مُرشدِ کامل اکمل
ھُو
اللّٰہُ
جل جلالہٗ
تصنیفِ لطیف
سلطان العاشقین حضرت سخی
سلطان محمد نجیب الرحمٰن
مدظلہ الاقدس

هُو
اللہ
جل جلالہٗ
مُرشد کامل اکمل
تصنیفِ لطیف
سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن
مدظلہ الاقدس

نام کتاب	مُرشد کامل اکملؒ
تصنیفِ لطیف	سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس
ناشر	سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور
بارِ اوّل	مئی 2016ء
بارِ دوم	جولائی 2022ء (ترامیم و اضافہ کے ساتھ)
تعداد	500

ISBN: 978-969-2220-18-7

سُلطان الفقر ہاؤس
4-5/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

www.sultan-ul-ashiqeen.pk
www.sultan-ul-ashiqeen.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
Email: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

فہرس

حدیثِ دل

تمام تعریفیں اور حمد و ثنا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ قائم ہے اور زندہ، اسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ، جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اس کا مالک وہی ہے۔ کوئی اس کی بارگاہ میں اس کے حکم کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔ وہ سب کچھ جانتا ہے، جو کچھ پیچھے ہے یا آگے اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ اس کی کرسی زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے ہے، وہی عزت والا اور حکمت والا ہے۔ ہزار ہا درود و سلام سرورِ کائنات، نورِ مجسم، رحمتِ عالم، محبوبِ کبریا، شفیع روزِ جزا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر جن پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام مخلوق درود بھیجتی ہے۔ جو کائنات کی زندگی ہیں۔ انسان اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں۔ جن کی نگاہِ کامل ہر دور میں طالبانِ مولیٰ پر دیدارِ حق کا راستہ ہموار کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود ہیں عاشقانِ حق تعالیٰ کے درمیان، سنتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو دیکھتے ہیں۔ اپنے محبت کرنے والوں سے کلام کرتے ہیں۔ طالبانِ مولیٰ اور مخلوقِ خدا کے لیے رحمت ہیں۔

تصوف، فقر، طریقت اور روحانیت کی تاریخ میں آج تک کوئی بھی مرشدِ کامل اکمل کی بیعت اور غلامی کے بغیر معرفتِ حق تعالیٰ حاصل نہیں کر سکا اور نہ ہی کسی کو ولایت، معرفت اور مشاہدۂ الٰہی بغیر مرشد کامل اکمل کی راہنمائی کے نصیب ہوا۔ امام غزالیؒ درس و تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر حضرت فضل بن محمد فارمدیؒ کی غلامی اور قربت میں نہ آتے تو آج اُن کا شہرہ نہ ہوتا اور مولانا جلال الدین رومیؒ اگر شاہ شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کرتے تو انہیں ولایت کا اعلیٰ مقام کبھی حاصل نہ ہوتا۔ آپؒ خود فرماتے ہیں کہ میں مولوی سے مولانا روم ہرگز نہ بنتا اگر شاہ شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کرتا۔ تاریخ ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

مغربی مفکرین کے مطابق اسلام کو سیاسی زوال تو کئی بار آیا لیکن روحانی زوال کبھی نہیں آیا۔ خلافتِ

عثمانیہ اور برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد مغربی استعمار نے ایسے مسلکوں اور فرقوں کی حوصلہ افزائی کی جنھوں نے اپنی بنیاد ہی تصوف اور روحانیت کی مخالفت پر رکھی تھی اور روحانیت کی راہ پر چلنے والوں کو کافر اور مشرک کہا جانے لگا۔ کچھ حصہ اس میں مزارات کی آمدنی کھانے والے سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں نے بھی ڈالا۔ اولیا کرام کے عقیدت مندوں کو قابو کرنے کے لیے گدی نشینوں کو وسیع جاگیریں دی گئیں اور اُن جاگیروں کی بنیاد پر طاقت کے حصول کے لیے سیاست میں حصہ لینا لازم ہو گیا، یوں روحانیت اور تصوف، سیاست اور جاگیرداری میں شامل ہو گئے۔ جب تزکیۂ نفس کروانے والے نہ رہے تو تزکیۂ نفس کرنے والوں نے بھی اپنے آپ کو چھپا لیا۔ یوں یہ میدان ٹھگوں، جعلسازوں اور فراڈیوں کے ہاتھ آ گیا۔ لیکن یاد رکھیں جو اللہ تعالیٰ کی سچی طلب میں مرشد کی تلاش میں نکلتے ہیں اُن کو ہمیشہ راہنمائی ملتی رہی اور قیامت تک ملتی رہے گی۔

مسندِ تلقین وارشاد سنبھالتے ہی سالکینِ حق کی راہنمائی کے لیے ایک پمفلٹ ''مرشد کامل اکمل'' تحریر کیا تھا جس کا بارِ اوّل ستمبر 2005ء، بارِ دوم اپریل 2006ء، بارِ سوم دسمبر 2007ء، بارِ چہارم 2008ء اور بارِ پنجم 2009ء میں شائع ہوا۔ اب ترمیم اور اضافہ کے ساتھ مکمل کتاب کی صورت میں آئی ایس بی این (ISBN) کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اِس لیے کتابی صورت میں بارِ اوّل ہے۔

''مرشد کامل اکمل'' طالبانِ حق کی راہنمائی کے لیے ترتیب دی گئی ہے کہ ''مرشد کامل اکمل'' کون ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے پاس جانے سے کیا ملتا ہے؟ اور مرشدِ ناقص کون ہے؟ قارئین ہمارا کتاب شائع کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ اسے پڑھ کر اور سبحان اللہ کہہ کر ایک طرف رکھ دیا جائے بلکہ اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس حقیقت کی طرف کتاب میں اشارہ کیا گیا ہے نہ صرف اس کو حاصل کیا جائے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ امید ہے تلاشِ مرشد کے لیے سرگردان طالبانِ حق کے لیے یہ کتاب راہنما ثابت ہو گی۔

بارِ اوّل مئی 2016ء
لاہور

سلطان العاشقین
سلطان محمد نجیب الرحمٰن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وسیلہ کا مفہوم اور شرعی حیثیت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ (سورۃ المائدہ۔35)

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم ہوا ہے: اوّل تقویٰ اختیار کرنا، دوم اللہ کی پہچان کے لیے وسیلہ پکڑنا، ڈھونڈنا یا تلاش کرنا۔

تقویٰ کے لغوی معنی تو پرہیزگاری اور پارسائی کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں قلب کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا نام تقویٰ ہے اور جس انسان کا قلب جتنا زیادہ قربِ الٰہی میں ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ متقی یا صاحبِ تقویٰ ہوگا۔ تقویٰ انسان کی باطنی کیفیت ہے اور اس کی انتہا دیدارِ الٰہی ہے۔ اس کی تصدیق اس حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دِل کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ’’تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔‘‘

وسیلہ کا لغوی معنی واضح راستہ اور ایسا ذریعہ ہے جو منزلِ مقصود تک پہنچا دے اور اس حد تک معاون و مددگار ہو کہ حاجت مند کی حاجت باقی نہ رہے اور اس وسیلہ کی بدولت وہ مقصودِ زندگی حاصل کر کے مطمئن ہو جائے۔ لسان العرب میں وسیلہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

جس کے ذریعے کسی دوسری چیز کا قرب حاصل کیا جائے اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ (جلد 11 صفحہ 725)

شرعی اصطلاح میں وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی ہستی کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو، جس نے راہِ سلوک طے کیا ہو اور اس راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو۔ تصوف میں وسیلہ سے مراد مرشد، ہادی، شیخ یا پیر ہے جو خود شناسائے راہ ہو اور راہِ فقر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریمِ قدس تک پہنچ چکا ہو اور اب اس قابل ہو کہ اُمت کے ناقص و خام عوام کی راہنمائی کر کے اپنی روحانی قیادت میں انہیں شیطانی وساوس و خطرات اور نفس کی تباہ کاریوں اور رکاوٹوں سے بچا کر اللہ کے قرب میں لے جا سکے۔ اِس صورت میں مذکورہ آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوگا ''اے لوگو! کسی ہادی کامل (مرشد کامل اکمل) کی تلاش کرو تاکہ ربّ تک پہنچ سکو۔''

بعض لوگ لفظ وسیلہ سے مراد ایمان لیتے ہیں لیکن یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب ہی ان لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں۔ اس لیے یہاں ایمان تلاش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا یہ رائے کہ وسیلہ سے مراد ایمان ہے، درست نہیں ہے۔ کچھ لوگ وسیلہ سے مرادِ عملِ صالح لیتے ہیں لیکن اس رائے کے خلاف یہ دلیل ہی کافی ہے کہ آیتِ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے یا تلاش کرنے کا حکم ملا ہے۔ اعمال چونکہ غیر مرئی (جو نظر نہ آتے ہوں) ہوتے ہیں اس لیے انہیں تو ڈھونڈا نہیں جا سکتا لہٰذا وسیلہ سے مرشدِ کامل مراد لینا ہی مناسب ہے کیونکہ مرئی اور محسوس ہونے کی وجہ سے اسے ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ اس رائے کو ترجیح دینے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ تمام اعمالِ صالحہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا وسیلہ بن سکیں بلکہ وہی

اعمال یہ مقام ومرتبہ حاصل کرتے ہیں جو غرور و تکبر، حسد و کدورت، خود پسندی وریاکاری اور نمود ونمائش کی آلائشوں سے پاک ہوں۔ اِن آلائشوں اور غلاظتوں سے وہی اعمال پاک رہ سکتے ہیں جو مرشدِ کامل کی زیرِ تربیت اور اس کی (ظاہری و باطنی) نگرانی میں تزکیہ نفس کے بعد انجام دیئے گئے ہوں۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وسیلہ سے مراد ہادیِ صادق یعنی مرشدِ کامل اکمل لیا جائے اور اس آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ مرشدِ کامل کی تلاش میں سُستی نہ کرو تا کہ وہ تمہیں اپنی نگاہِ کیمیا اثر، نورانی صحبت وقرب اور روحانی اثرات وفیوضات سے منزلِ مقصود تک پہنچا دے اور تمہارا تزکیہ نفس اس طرح کرے کہ تمہارے سب اعمال پاکیزہ ہو کر بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے لائق ہو جائیں۔ بقول شاعر:

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں مِلتا
یہ اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

اقبالؒ فرماتے ہیں:

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ جو اہلِ طریقت اور اہلِ حدیث دونوں میں مقبول ہیں، بھی وسیلہ سے مراد شیخ (مرشد) لیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل جو مخالفینِ تصوف کے امام مانے جاتے ہیں، بھی اپنی کتاب 'منصبِ امامت' میں قرآن کے اس لفظ سے مراد شیخ لیتے ہیں۔ وہ اس آیت مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اقرب الی اللہ ہو یعنی مقربِ بارگاہ ہو۔

درج ذیل آیت میں لفظ وسیلہ کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیئے ہیں اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں رکھی:

✦ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ (سورۃ بنی اسرائیل۔57)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے ربّ کی طرف وسیلہ کہ کون سا بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کی تفسیر شاہ اسماعیل جیسے سخت گیر اپنی کتاب 'منصبِ امامت' میں یوں بیان کرتے ہیں:

واقرب الی اللہ باعتبارِ منزلت اوّل رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است بعد ازاں امام کہ نائبِ اوست۔

ترجمہ: اور مقام کے لحاظ سے اقرب الی اللہ سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور انکے بعد وہ امام جو ان کے نائب ہیں۔

اِن احادیث مبارکہ میں بھی مرشد کی تلاش کا حکم ہے:

- اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقُ

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ چلو۔

- لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا شَيْخَ لَهٗ

ترجمہ: اس شخص کا دین ہی نہیں جس کا شیخ (مرشد) نہیں۔

- مَنْ لَا شَيْخَ يَتَّخِذُهُ الشَّيْطٰنُ

ترجمہ: جس کا مرشد نہیں شیطان اسے گھیر لیتا ہے۔

- مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم 4793)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اسکی گردن میں امامِ وقت (مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ) کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرا۔

- مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسند احمد 12144)

ترجمہ: جو شخص امام (مرشد) کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

- اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَنَبِيٍّ فِيْ اُمَّتِهٖ

ترجمہ: شیخ (مرشدِ کامل) اپنی قوم (مریدوں) میں ایسے ہوتا ہے جیسے کہ ایک نبی اپنی اُمت میں۔

آج تک کسی ولیٔ کامل کو ولایت، معرفتِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ بغیر کامل اکمل مرشد کی تربیت کے حاصل نہیں ہوا۔ امام غزالیؒ درس و تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر حضرت فضل بن محمد فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کی قربت اور غلامی میں نہ آتے تو آج ان کا شہرہ نہ ہوتا، مولانا رومؒ اگر شاہ شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کرتے تو انہیں ہرگز یہ مقام نہ ملتا، علامہ اقبالؒ کو اگر مولانا رومؒ سے روحانی فیض نہ ملتا تو وہ گل و بلبل کی شاعری میں ہی اُلجھ کر رہ جاتے۔ اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ قصہ مختصر کہ فقر و طریقت کی تاریخ میں آج تک کوئی بھی مرشد کی رہنمائی اور بیعت کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکا۔

قرآن و سنت میں بیعت کا ثبوت

مرشد کامل اکمل سے بیعت لوازماتِ دین میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے اور اس کی گواہ خود قرآن اور حدیث کی تمام کتب ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے قبل اس کے کہ وہ دین کے باقی لوازمات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، توحید وغیرہ کو سمجھے اور مدارجِ ایمان میں ترقی کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کرنا لازم تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور کلمۂ توحید زبان سے پڑھ لینے کے باوجود کوئی مسلمان مسلمان قرار نہیں دیا جاتا تھا جب تک کہ وہ بیعت نہ کر لے۔ پس بیعت اقرارِ توحید و رسالت کے ساتھ لازم و ملزوم قرار دی گئی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی عمل بے حکمت اور بے سبب نہیں ہے اور ہر عمل میں اُمت کے لیے کوئی نہ کوئی رہنمائی کا پہلو بھی پوشیدہ ہے۔ چنانچہ ایمان کے زبانی اقرار کے ساتھ ہی بیعت کو لازم و ملزوم قرار دینا اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی فیض کا حصول اور ان کی رہنمائی میں مدارجِ ایمان کی تکمیل بیعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس بات میں بھی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیعت کو اقرارِ

توحید کے ساتھ لازم قرار دیا تو صرف اللہ کے حکم کے عین مطابق کیونکہ جن کے متعلق قرآن گواہی دے رہا ہے کہ:

◆ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (سورۃ النجم 4-3)

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ ان کا کلام تو صرف وحیٔ الٰہی ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ان کا کوئی بھی عمل اپنی مرضی سے کیسے ہوسکتا ہے! یقیناً ان کا ہر عمل بھی وحیٔ الٰہی کے مطابق ہی ہوگا اور یوں ہی بیعت بھی حکمِ الٰہی کے مطابق ہی ہوگی اور یقیناً توحید و رسالت کے اقرار کی طرح انتہائی اہم اور دین کی تکمیل میں لازم ہوگی ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مسلمان مرد و عورت کے اقرارِ ایمان کے ساتھ ہی اس سے بیعت نہ لیتے۔ مزید برآں بیعت کا تعلق سنتِ ھدیٰ[1] سے ہے جن کا تارک منکرینِ اسلام میں شامل ہوتا ہے کیونکہ بیعت ان سنتوں میں شامل ہے جو دین کے احکام سے وابستہ ہیں اور جس کا ذکر قرآن میں بھی بڑے واضح الفاظ اور حکمت کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورۃ الفتح-10)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے

---

[1] فیوض الباری شرح صحیح بخاری میں سنتِ رسولؐ کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں: سنن ھدیٰ اور سنن زوائد۔ سنن ھدیٰ کا تعلق راہِ ہدایت و عبادات سے ہے اور ان کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے جیسے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، سچ بولنا وغیرہ۔ ان کا منکر قرآن و سنت کا منکر ہے۔ سنن زوائد وہ سنتیں ہیں جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روزمرہ زندگی سے ہے مثلاً نشست و برخاست، آدابِ گفتگو وغیرہ۔ ان کو اختیار کرنا مستحب ہے لیکن ان کو ترک کرنا گناہ نہیں۔

توڑنے کا وبال اس کی اپنی ذات پر ہوگا اور جس نے پورا کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تو وہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اس آیتِ مبارکہ سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم ذات کا اعلیٰ ترین رُتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا عمل اللہ کا عمل ہے، ان سے تعلق اللہ سے تعلق ہے، ان سے بیعت اللہ سے بیعت ہے وہیں بیعت کے عمل کی عظمت اور فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ اپنی ذات سے بھی منسوب کیا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت ان کے وسیلے سے اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ یوں بیعت لینے کا عمل صرف سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نہ ہوا بلکہ سنتِ الٰہی بھی ہوا۔ پورے قرآن میں دین کے کسی دوسرے جز اور عبادت کو اللہ نے اپنی ذات سے منسوب نہیں کیا سوائے درود پاک کے کہ ''اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجو''۔ البتہ درود پاک اللہ کی سنت تو ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت نہیں کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر درود نہ بھیجا۔ اور دیگر تمام عبادات سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ہیں لیکن سنتِ الٰہی نہیں۔ پس بیعت دین کا وہ واحد جز ہے جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ثابت ہوا اور سنتِ الٰہی بھی۔

مندرجہ بالا سورۃ فتح کی آیت 10 کے مطابق بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اللہ سے عہد اور وعدے کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ چونکہ بیعت اللہ سے ایک عظیم عہد ہے اور اس سے رشتہ جوڑنے کا ذریعہ بھی ہے اس لیے اللہ نے اس عہد کو نبھانے کی سخت تاکید کی ہے، اس کے توڑنے پر پُرسش کی تنبیہ بھی کی ہے اور نبھانے پر اجرِ عظیم کا وعدہ بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ وَ اَوۡفُوۡا بِعَہۡدِ اللّٰہِ اِذَا عٰہَدۡتُّمۡ وَ لَا تَنۡقُضُوا الۡاَیۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡکِیۡدِہَا وَ قَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰہَ عَلَیۡکُمۡ کَفِیۡلًا (سورۃ النحل۔91)

ترجمہ: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم نے اس سے عہد کرلیا ہے اور اپنی قسموں کو انہیں پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو، اور تحقیق تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ بنالیا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

◆ وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل۔34)

ترجمہ: اور پورا کیا کرو اپنے وعدہ کو، بے شک ان وعدوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ بیعت اللہ کی رضا کا اور مومنین کے دل کی تسکین کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ یہ ان کے اللہ سے رشتہ اور تعلق قائم ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

◆ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّكِیۡنَةَ عَلَیۡهِمۡ (سورۃ الفتح۔18)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جس وقت وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، پس اِن کے دِلوں میں جو کچھ تھا (اللہ نے) جان لیا، پھر ان پر خاص تسکین نازل فرمائی۔

قرآن کے ساتھ ساتھ کثیر متفقہ علیہ احادیثِ مبارکہ جو تقریباً تمام معتبر کتبِ احادیث میں روایت کی گئی ہیں، بھی بیعت کے عظیم سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کا ثبوت ہیں۔ آغازِ اسلام میں جب مدینہ سے کچھ وفود مکہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو جن افراد نے پہلے سال دعوتِ حق کو لبیک کہا ان کی بیعت ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کے نام سے اور دوسرے سال بیعت کرنے والوں کی بیعت ''بیعت عقبہ ثانی'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہٗ اس بیعت کے متعلق فرماتے ہیں:

جب وہ رات آئی جس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا تو ہم شروع رات میں سو گئے۔ جب لوگ گہری نیند سو رہے تھے تو ہم اپنے بستروں سے اُٹھے حتیٰ کہ وادیٔ عقبہ میں اکٹھے ہو گئے اور کوئی دوسرا آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے گفتگو فرمائی اور دعوتِ اسلام دی۔ انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور قرآنِ پاک کی تلاوت فرمائی۔ یہ سن کر سب نے دعوت قبول کر لی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کرنے کے لیے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اپنا دستِ

اقدس بڑھائیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کرتے ہیں۔'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''تم اپنی قوم میں سے بارہ نقیب نکالو''۔ ہم نے ہر گروہ سے ایک ایک نقیب نکالا اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت کی۔ (صحیح بخاری)

لہٰذا انسانِ کامل (مرشد کامل) کے ہاتھ پر بیعت کرنا قرآن وسنت سے ثابت ہوا۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بیعت ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفا کے ساتھ بھی بیعت کی وہی اہمیت ہے بلکہ پہلے سے زیادہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری غیر موجودگی میں بیعت اور وسیلہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

سورۃ الفتح کی آیت نمبر 10 میں اللہ کریم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے اور اللہ سے بیعت کی ہے۔ بعد والوں نے صحابہ کرامؓ سے بیعت کی اور دو واسطوں سے خدا تک پہنچے۔ پھر یہ واسطے اور وسیلے بڑھتے گئے یہاں تک کہ چودہ صدیوں سے زائد عرصہ بیت گیا۔ اب اگر کوئی ایسے مرشد کامل اکمل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو بے شمار واسطوں اور وسیلوں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔

وہ پاکیزہ اور کامل اکمل لوگ جو سلسلہ در سلسلہ بیعت ہوتے آئے ہیں ان کا شجرہ فقر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے برگزیدہ صفات لوگوں کو شیخِ اتصال کہتے ہیں اور اُن کے درمیان کسی جگہ انقطاع نہیں ہوتا۔ ایسے کامل حضرات جس خوش بخت آدمی کو بیعت کر لیں اس کی روحانی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے اور فقر کی رو سے یہی سمجھا جاتا ہے گویا اس نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی ہے اور آپؐ کے وسیلہ سے اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے ان خلفا اور نائبین سے بیعت اور وفاداری کی تلقین کی ہے:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَتۡ بَنُوۡ اِسۡرَائِیۡلَ تَسُوۡسُھُمُ الۡاَنۡبِیَآءُ کُلَّمَا ھَلَكَ نَبِیٌّ وَ اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ وَ سَیَکُوۡنَ خُلَفَاءُ فَیَکۡثُرُوۡنَ۔ قَالُوۡا فَمَا تَاۡمُرُوۡنَا۔ قَالَ: فُوۡا بِبَیۡعَۃِ الۡاَوَّلِ فَالۡاَوَّلِ اَعۡطُوۡھُمۡ حَقَّھُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ سَائِلُھُمۡ عَمَّا اسۡتَرۡعَاھُمۡ (بخاری 3455)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''بنی اسرائیل کے انبیا ان کی سیاسی راہنمائی بھی کیا کرتے تھے۔ جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ آجاتے لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے خلفا ہوں گے اور بہت ہوں گے۔'' صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو اس کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔''

بیعت کی اقسام

بیعت کی کئی اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1) **بیعتِ اسلام:** اسلام قبول کرتے وقت کلمہ توحید و رسالت پڑھنے کے ساتھ مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت بھی کرتے۔ یہ بیعتِ اسلام کہلاتی ہے۔

2) **بیعتِ توبہ و تقویٰ:** پچھلے گناہوں سے مکمل تائب ہو کر شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ ساتھ قربِ الٰہی کی نیت سے تقویٰ اختیار کرنے کا عہد کرنا بیعتِ توبہ و تقویٰ کہلاتا ہے۔ اسی بیعت کے بعد روحانی ترقی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اکثر بیعتِ اسلام میں ہی بیعتِ توبہ و تقویٰ بھی شامل ہوتی تھی لیکن کثیر احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ کئی مومنین اور مومنات نے قبولِ اسلام کی بیعت کے بعد بیعتِ توبہ و تقویٰ خصوصی طور پر علیحدہ سے

بھی کی۔ موجودہ دور میں مسلمان مرشدِ کامل اکمل کے دستِ مبارک پر روحانی ترقی کے ذریعے قربِ الٰہی کے حصول کے لیے جو بیعت کرتے ہیں وہ بیعتِ توبہ وتقویٰ ہی ہوتی ہے۔

3) **بیعتِ خلافت:** جو بیعت مسلمان خلیفہ کے ہاتھ پر اس بات کی علامت کے طور پر کی جاتی ہے کہ ہم نے متفقہ طور پر اس خاص شخص کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا ہے بیعتِ خلافت کہلاتی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک بیعتِ خلافت اور بیعتِ توبہ وتقویٰ اکٹھی رہیں لیکن بعد میں علیحدہ علیحدہ کر دی گئیں۔

4) **بیعتِ سمع وطاعت:** اپنے امام، خلیفہ یا مرشد کی ہر بات کو سننے اور ماننے کا عہد کرنا بیعتِ سمع وطاعت کہلاتا ہے۔ احادیث پاک سے اس بیعت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

5) **بیعتِ جہاد:** اسلام کے لیے خطرہ بننے والی قوتوں کے خلاف جہاد کا آغاز کرنے سے قبل اپنے امیر کے ہاتھ پر اپنی جان قربان کرنے کا عہد بیعتِ جہاد کہلاتا ہے۔ یہ بیعت بھی مسلمان لشکروں میں کافی دیر تک جاری رہی۔

6) **بیعتِ تصوف:** بیعتِ توبہ وتقویٰ کی ہی ایک صورت ہے جو صوفیا کرام کے اسے جاری رکھنے کی وجہ سے بیعتِ تصوف کہلانے لگی۔ اس کا مقصد بھی مرید کا تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کی نیت سے خود کو اپنے مرشد کے حوالے کرنا ہے جس کے بعد اس کا روحانی سفر شروع ہوتا ہے اور وہ گزشتہ زندگی کے گناہوں سے تائب ہو کر تقویٰ یعنی قربِ الٰہی کی منازل طے کرتا ہے۔

بیعتِ اسلام اس وقت متروک ہو گئی جب خلفائے راشدین کے زمانے میں فتوحات بڑھنے سے بڑے بڑے علاقے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ کیونکہ اس وقت اس بات کا امتیاز اُٹھ گیا تھا کہ کون خالص ایمان لانے کی غرض سے دین میں داخل ہو رہا ہے اور کون محض خوف وغلبہ وشوکتِ اسلام کی وجہ سے۔ البتہ اس وقت بیعتِ خلافت رائج رہی جو اس خلیفہ کے ہاتھ پر کی جاتی تھی جسے متفقہ طور پر مسلمانوں کے امیر کے طور پر چنا جاتا تھا۔ دور دراز کے علاقوں کے معززین اپنے علاقہ کے تمام لوگوں کے نمائندہ کے طور پر حاضر ہو کر سب کی طرف

سے بیعت کرتے۔ چونکہ خلفائے راشدین ہی اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کے امام، مرشد کامل اور خلافت وولایتِ کاملہ پر فائز ہوتے تھے اس لیے بیعتِ خلافت میں ہی بیعتِ توبہ وتقویٰ بھی شامل ہوتی تھی۔ یعنی مسلمانوں کا خلیفہ ہی ان کا فرمانروا بھی ہوتا تھا اور باطنی فیض رساں بھی اور وہی ان کی روحانی منازل بھی طے کرواتا تھا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مومنین کے لیے ظاہری فلاحی ریاست بھی قائم کی اور باطنی فلاح کا بھی اہتمام کیا۔ خلفائے راشدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل ترین فیض اور روحانی قوت واختیار کے حامل تھے اس لیے خلافت ونیابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری وباطنی فرائض بیک وقت نبھاتے رہے۔ البتہ ان کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت میں اس بات کا امتیاز تھا کہ اہلِ شریعت کے لیے وہ صرف بیعتِ خلافت ہی تھی جبکہ اہلِ تقویٰ اور مومنین کے لیے وہ بیعتِ تقویٰ وتوبہ بھی تھی اور سب کو اپنے امیر کا فیض نیتِ بیعت کے مطابق ملتا تھا۔ تمام احادیث کی کتب میں منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور انہیں خلیفۃ الرسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب تسلیم کیا۔ بیعت لیتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے ''جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرنا۔'' چنانچہ اس بیعت کو بیعتِ خلافت کے ساتھ ساتھ بیعتِ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بیعتِ توبہ و تقویٰ بھی قرار دیا گیا۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو میں نے عرض کی ''اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں حسبِ استطاعت 'سمع وطاعت[1]' پر بیعت کروں جیسا کہ آپ سے پہلے خلیفۂ اوّل کی بیعت کی تھی۔''

حضرت سلیم بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حمرا کا وفد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

[1] حکم سننے اور ماننے کا عہد

حاضر ہوا اور بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے، قیامِ رمضان کا اہتمام کریں گے اور مجوسیوں کی عید کو چھوڑ دیں گے۔'' (مسند امام احمد)

تمام خلفائے راشدین سے جاری ہونے والے سلاسلِ تصوف بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اُمت کو روحانی فیض بھی پہنچاتے رہے اور آج تک پہنچا رہے ہیں۔ موجودہ دور تک پہنچنے والے سلاسلِ تصوف خصوصاً سلسلہ سروری قادری میں روحانی تربیت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک ان چاروں خلفائے راشدین کا فیض طالب کو نہیں مل جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی نگاہ سے صدق، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی نگاہ سے عدل و محاسبہ ٔنفس، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کی نگاہ سے ادب وحیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نگاہ سے فقر باطنی طور پر طالب کو عطا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- جو بھی طالبِ مولیٰ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے وجود پر چار نظروں کی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر کی تاثیر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں صدق پیدا ہوتا ہے اور کذب اور نفاق اس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نظر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں عدل اور محاسبہ ٔنفس کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اس کے وجود سے خطرات اور نفسانی خواہشات مکمل طور پر نکل جاتی ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی نظر کی تاثیر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں ادب اور حیا پیدا ہوتے ہیں اور اس کے وجود سے بے ادبی اور بے حیائی نکل جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کی نظر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں علم، ہدایت اور فقر پیدا ہوتا ہے اور اس کے وجود سے جہالت اور حبِ دنیا نکل جاتی ہے۔ اس کے بعد طالب تلقین کے لائق بنتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے بیعت فرماتے ہیں اور مرشدی کے لازوال، لاتخف و لاتحزن اور لارجعت مراتب تک پہنچاتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

چنانچہ ان خلفائے راشدین کے فیض کا تسلسل ان کی حیاتِ مبارکہ میں ان کی خلافت کے آغاز سے لے کر آج تک جاری ہے۔

آج کا مسلمان جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان کہلاتا ہے، اسے اگرچہ بیعتِ اسلام کی ضرورت نہیں ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے فیض کے حصول کے لیے بیعتِ توبہ وتقویٰ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جس کے حوالے بھی کثرت سے سنتِ مبارکہ میں ملتے ہیں۔ سورۃ الفتح کی آیت 18 کا جو حوالہ پہلے دیا گیا ہے وہ بھی بیعتِ اسلام نہیں بلکہ اسلام لانے کے بعد مومنوں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک خاص امر[1] پر بیعت ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بیعتِ توبہ وتقویٰ کے حوالے مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفّٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْیَا فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا ثُمَّ سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَھُوَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْہُ وَاِنْ شَآءَ عَاقَبَہٗ فَبَایَعْنَاہُ عَلٰی ذٰلِکَ

(بخاری 3892، نسائی 4166، مشکوٰۃ، مستدرک حاکم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس موجود تھی، فرمایا ''مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کسی پر بہتان نہ لگانا اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا۔ تم میں سے جو وفائے عہد کرے گا اس کا ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم پر ہے اور جو کوئی ان میں سے کچھ (حرام)

---

[1] یہ بیعت صلح حدیبیہ سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس وقت لی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کی خبر ان تک پہنچی، جو بات چیت کے سلسلہ میں کفارِ مکہ سے ملنے گئے تھے۔ یہ بیعت شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہٗ کا بدلہ لینے کا عہد تھی۔

کرلے پھر اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے تو وہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو معاف فرمادے اگر چاہے تو سزا دے۔'' (حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) چنانچہ ہم نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَ الْیُسْرِ وَ الْمُنْشِطِ وَ الْمُکْرِہِ عَلٰی اَثْرِہٖ عَلَیْنَا وَ اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَاَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ حَیْثُ مَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ (ابن ماجہ 2866، بخاری 7199، نسائی 4157)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سختی اور آسانی دونوں حالتوں میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور خوشی اور ناخوشی میں اور اس حالت میں بھی کہ ہمارے اوپر دوسرے کو مقدم رکھا جائے اور ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ جو شخص حکومت کے لائق ہے اس کی حکومت میں ہم جھگڑا نہیں کریں گے اور سچی بات کہیں گے جہاں بھی ہم ہوں۔ اور اللہ کے کاموں یا اللہ کی رضامندی میں کسی بُرا کہنے والے کی ملامت سے ہم نہ ڈریں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَ النُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری 57، ترمذی 1925)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

یہ احادیث مبارکہ مسلمانوں کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بیعتِ توبہ و تقویٰ کا ثبوت ہیں اور یہی صوفیا کرام اور مشائخِ عظام کی بیعت کی اصل اور بنیاد ہیں کیونکہ بزرگانِ دین کی بیعت کا مقصد یہی ہے کہ ایک مسلمان جو پہلے ہی اسلام کے دائرے میں داخل ہے وہ گناہوں سے حقیقی توبہ

کرے، ذکرِ الٰہی اور عبادت میں کمرِ ہمت باندھے، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر رجوع الی اللہ کرے اور صبر اور ثابت قدمی سے روحانیت کی منزلیں طے کرے۔

بیعتِ توبہ وتقویٰ مومنین میں دین میں ترقی کی غرض سے ہمیشہ اور ہر حال میں جاری رہی ہے، اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک کبھی بھی کہیں بھی انقطاع نہیں آیا۔ البتہ زمانہ کی ضرورت کے حساب سے اس کی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ اس کی اوّلین صورت تو وہی ہے جو سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ خلیفہ وامام کے دستِ مبارک پر بیعت کی جائے۔ بیعت کی یہ صورت خلافتِ راشدہ میں بھی جاری رہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چند ماہ کے لیے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو انہوں نے بھی بیعتِ خلافت و بیعتِ توبہ وتقویٰ اکٹھی لی۔ لیکن یزید نے جس طرح بیعت کے معاملہ پر فساد برپا کیا اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے اہلِ بیتؓ پر جس قدر ظلم وستم ڈھایا اس کے بعد مشائخ عظام نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ بیعتِ خلافت کو بیعتِ توبہ وتقویٰ سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے۔ یوں بھی اس وقت سے ظاہری خلافت ایسے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو اُمت کو کسی طور بھی روحانی فیض پہنچانے کے لائق نہ تھے بلکہ الٹا ان کے دین کے لیے نقصان دہ تھے، ان سے تو بیعتِ توبہ وتقویٰ کرنا جائز ہی نہ تھا اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بیعتِ خلافت اور بیعتِ توبہ وتقویٰ جدا جدا ہو گئیں۔ بیعتِ خلافت حکمرانوں کے پاس چلی گئی اور بیعتِ توبہ وتقویٰ کامل اکمل اولیا کے پاس۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بیعتِ توبہ وتقویٰ کی صورت کو بھی تبدیل کر دیا تاکہ حکمران اس کو بیعتِ خلافت سمجھ کر اپنے خلاف خطرہ نہ سمجھ لیں۔ پس انہوں نے دستِ بیعت کرنے کی بجائے اپنے مریدین کو خرقہ یا عمامہ عطا کرنا شروع کر دیا جو اسی بات کی علامت تھا کہ اب یہ شخص ان کا ارادت مند ہے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا حقدار ہے۔ خرقہ عطا کرنا بیعتِ توبہ وتقویٰ کی ایک مصلحتاً اختیار کی گئی صورت تھی لیکن اس کی غرض وغایت وہی تھی جو بیعتِ توبہ وتقویٰ کی تھی یعنی گناہوں

سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرنا۔

حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس نورانی اور متبرک زمانے کے ختم ہونے کے کچھ عرصہ بعد تک بھی یہ بیعت (توبہ وتقویٰ) اپنی اصل شکل میں جاری نہ ہو سکی کیونکہ اس بات کا خوف تھا کہ اس سے فتنہ وفساد نہ بھڑک اُٹھے اور ایسا نہ ہو کہ اس بیعت پر بیعتِ خلافت کے ساتھ مخلوط ہونے کا گمان کیا جائے اور اس غلط گمانی کی بنا پر لوگوں کو ناحق ایذا پہنچائی جائے۔ چنانچہ اُس زمانے میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اور اُن کے خلفا اور بعد کے صوفیا کرام نے خرقہ دینے کو قائم مقامِ بیعت قرار دیا تھا لیکن جب ایک مدت بعد حکمرانوں، بادشاہوں اور سلاطین سے رسمِ بیعت معدوم ہو گئی اور وہ تمام اندیشے جاتے رہے تو صوفیا کرام نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا اور بیعتِ تقویٰ کو جاری کر دیا۔ صوفیائے کرام ہی کے اسے زندہ کرنے کی بنا پر بیعتِ تقویٰ انقطاع عن ما سوٰی اللہ کے دیگر لوازمات کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیعتِ تصوف کے نام سے مشہور ہو گئی۔ (سرِّ دلبراں)

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خرقہ پوشی یا خرقہ شیخ اور مرید کے مابین ایک رشتہ ارتباط ہے۔ خرقہ پوشی عین بیعت ہے، اس طرح خرقہ صحبتِ شیخ کے حصول کی دہلیز ہے اور مقصودِ کُلّی وہی صحبتِ شیخ اور اس کی ہمیشگی ہے۔

(عوارف المعارف)

پس بیعتِ توبہ وتقویٰ ایسی عظیم سنتِ مبارکہ ہے جو ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں جاری وساری رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفا اور وارثین صوفیا کرام ہی اس سنتِ مبارکہ کو ہمیشہ زندہ وقائم رکھنے والے ہیں۔ بیعتِ توبہ وتقویٰ کو واپس اس کی اصل صورت میں جاری کرنے کا سہرا بھی دین کو دوبارہ زندہ کرنے والے محی الدین حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اپنے مرشد حضرت ابو سعید مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ ہی عنایت ہوا تھا جسے عنایت کرتے وقت حضرت ابو سعید مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اے عبد القادر! یہ خرقہ

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، انہوں نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔'' (بہجۃ الاسرار)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ آسمانِ ولایت کے آفتاب اور قوت و تصرف کے پہاڑ ہیں۔ اللہ نے ان کو اس قدر اختیار اور قدرت عطا کی کہ اس دور کے عباسی خلفا آپ رضی اللہ عنہٗ کے بیعت کو دوبارہ اس کی اصل صورت میں رائج کرنے پر کوئی اعتراض نہ کر پائے اور اب یہ بیعتِ توبہ و تقویٰ آج کے زمانہ تک بھی اپنی اصل صورت میں جاری ہے۔

شیخ ندوی اپنی کتاب ''رجال الفکر فی الدعوۃ فی الاسلام'' میں فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ نے بیعت اور توبہ کے دروازہ کو کھولا جس میں تمام عالمِ اسلام کے کونے کونے سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و میثاق کی تجدید کی اور یہ عہد کیا کہ وہ شرک کریں گے نہ ظلم کریں گے، نہ ہی فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کریں گے، نہ ظلم کریں گے نہ ہی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھیں گے۔ فرائض کو ترک نہیں کریں گے اور دنیا کو اپنے دِل میں جگہ نہیں دیں گے اور نہ ہی آخرت کو بھولیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہٗ کے دستِ اقدس پر جس دروازہ کو کھولا تھا اس میں بے حد و حساب مخلوق داخل ہوئی۔ ان کے اعمال و احوال بہتر ہو گئے اور وہ بہترین مسلمان بن گئے۔ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ نے ان کی تربیت و نگرانی اور محاسبہ کا اہتمام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کے روحانی شاگرد بیعتِ توبہ اور تجدیدِ ایمان کے بعد معاشرہ کے ذمہ دار افراد بن گئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیا کرام کی اس بیعت و عہد کا انفرادی اور اجتماعی تزکیۂ نفس اور اصلاح پر انتہائی گہرا اثر ہے۔''

مندرجہ بالا تمام حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بیعتِ توبہ و تقویٰ نہ صرف قرآن و حدیث کی رو سے سنتِ عالیہ کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ سنتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سنتِ اولیا اللہ بھی ہے اور دین کے تمام بنیادی لوازم یعنی توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد کی طرح آج تک تسلسل سے جاری و ساری ہے۔ البتہ ناقصینِ علم و عقل اس کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس پر بے جا

اعتراضات گھڑتے اور اسے اپنی جہالت کے باعث کفر و شرک تک قرار دیتے ہیں۔ ان کی عقل میں یہ بات نہیں پڑتی کہ قرآن و حدیث اور اکابرینِ اُمت سے ثابت کسی بھی عمل کو کفر و شرک قرار دینا بجائے خود سب سے بڑا شر اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (سورۃ البقرہ۔85)

ترجمہ: کیا تم قرآن کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

علما کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے جز کا منکر اس کے کُل کا منکر ہے۔ یہ لوگ اپنی من پسند باتوں پر تو عمل کرتے ہیں اور جو ان کے تکبر کو گوارا نہ ہو اس پر اعتراض گھڑتے ہیں۔ نہ صرف خود اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔ فیوض الباری فی شرح بخاری میں ہے ''جب کسی کو کسی شے سے منع کرتے اور اسے حرام و مکروہ قرار دیتے سنو تو جان لو کہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک واضح شرعی دلیل سے ثابت نہ کر دے اس کا دعویٰ اسی مردود پر۔'' بیعت کے خلاف اس کے منکرین کے پاس ایک بھی شرعی دلیل نہیں ہے پس مردودوں میں شامل ہوئے۔ عام لوگوں کو یہ لوگ اس کھوکھلی دلیل سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کی موجودگی میں بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ کتاب کے ساتھ معلم یعنی سکھانے والے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نسخہ کے ساتھ طبیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں شیخ یا مرشد کی کیا ضرورت ہے، ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں نبی یا رسول کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو نبی کے بغیر کسی فرشتہ کے ذریعے بھیج دیتا تو کیا تب بھی اسلام کا عظیم انقلاب آجاتا؟ کیا تب بھی عرب کے جاہل بدو تہذیب یافتہ مومن بن جاتے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی اصلاح کرنے والی ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نورانی صحبت سے ان کا تزکیہ نہ کیا انہیں قرآن سے ہدایت نہ ملی۔ قرآن تو آج ہر مسلمان گھر میں پڑھا جاتا ہے، ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ہر دوسری گلی میں درسِ قرآن کے ادارے کھل چکے ہیں، تو کیا ہم ہدایت یافتہ معاشرہ کہلا سکتے ہیں؟

قرآن تو صراطِ مستقیم پر رہنمائی کرتا ہے جو ایک ہی ہے پھر اسی علمِ قرآن کی بنیاد پر اتنے فرقے کیوں بن چکے ہیں جن سے بیزار ہو کر ہماری نئی نسل دین سے دور ہو رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضرورت تھی آج ہمیں بھی ان کے نائب کی راہنمائی کی ضرورت ہے جو ہمارا تزکیہ نفس کرے اور ہمیں قرآن کی روح تک پہنچائے۔ جس طرح اُس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر ہدایت ناممکن تھی اب بھی نائبِ رسول کے بغیر ہدایت ناممکن ہے۔ حیرت ہے علمائے ظاہر لوگوں کے درمیان اپنی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں لیکن ایک ایسے شیخِ کامل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جو ان سے کئی گنا زیادہ عبادات، مجاہدات اور ریاضت کر کے ذاتِ حق کے قرب و معرفت کا شرف حاصل کر چکا ہو۔ یہ اعتراض کرنے والے لوگ جس قرآن وسنت کو بیعت کا متبادل قرار دے کر اپنا رہنما تسلیم کر رہے ہیں اسی سے ثابت بیعت کو جھٹلا کر اپنے اس قول کی بھی نفی کر رہے ہیں۔

خواتین کی بیعت

بیعت پر اعتراض کرنے والے لوگ خواتین کی بیعت پر مردوں کی بیعت سے بھی زیادہ کیچڑ اچھالتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث میں خواتین کی بیعت کا تذکرہ علیحدہ سے ملتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے خواتین کی بیعت کے ذکر کا علیحدہ سے خصوصی اہتمام اسی لیے کیا تاکہ ان اعتراض کرنے والوں کو جواب دیا جا سکے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

رَّحِیْمٌ۝ (سورۃ الممتحنہ۔12)

ترجمہ: اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! جس وقت آپ کے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور بدکاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کوئی جھوٹا بہتان نہ باندھیں گی اور نہ ہی حکمِ شرع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نافرمانی کریں گی، پس ان سے بیعت قبول کریں اور ان کے واسطے اللہ سے بخشش مانگیں، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

خواتین کی بیعت کے متعلق یہ آیت ایسی واضح دلیل ہے جس سے سوائے حاسد، متکبر اور منکرِ قرآن کے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ بیعتِ اسلام نہ تھی بلکہ بیعتِ توبہ وتقویٰ تھی کیونکہ آیت کے آغاز میں ''مومنات'' کا ذکر کیا گیا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے کے لیے آئیں۔ ظاہر ہے یہ خواتین اسلام لاچکی تھیں اور مسلمان کی حیثیت سے بیعتِ توبہ وتقویٰ کر رہی تھیں۔ مومنات کی بیعت کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں بھی کثرت سے ملتا ہے۔

- حضرت سلمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور انصار کی عورتوں کے ساتھ مل کر بیعت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں اس شرط پر بیعت کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نہ چوری کریں نہ زنا۔ نہ اپنی اولادوں کو قتل کریں، نہ ہی کسی پر بہتان باندھیں اور نہ ہی نیکی کے کاموں میں نافرمانی کریں اور فرمایا کہ نہ ہی تم اپنے خاوندوں کو دھوکہ دو۔ ہم نے بیعت کی اور واپس لوٹ آئے۔'' (مسند احمد، ابویعلیٰ، طبرانی)

- حضرت امیمہ بنتِ رُقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کچھ انصاری عورتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتی تھیں۔ عرض کی ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ نہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا، نہ ہی اولادوں کو قتل کریں گی اور نہ ہی کسی پر بہتان لگائیں گی اور نہ ہی نیکی کے کام میں نافرمانی کریں

گی۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق (تم پابند ہوگی)''۔ ہم نے عرض کی ''اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) ہماری ذاتوں پر ہم سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ اجازت دیجیے ہم آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتی ہیں۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ میرا زبانی طور پر سو عورتوں سے (بیعت کی) بات چیت کرنا ایسے ہی ہے جیسے ہر عورت سے الگ الگ بات چیت کرنا۔'' (نسائی 4186، ترمذی 1597، ابنِ ماجہ 2874)

حضرت عزہ بنتِ خائل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان امور پر بیعت کی کہ نہ زنا کریں گی اور نہ چوری اور نہ اپنے بچوں کو زندہ درگور کریں گی خواہ اعلانیہ ہو یا خفیہ۔ آپؓ فرماتی ہیں ''اعلانیہ طور پر زندہ درگور کرنے کو تو میں جانتی ہوں مگر خفیہ طور پر زندہ درگور کرنے کے بارے میں مَیں نے نبی کریم ﷺ سے نہیں پوچھا اور نہ ہی آپ ﷺ نے مجھے خبر دی۔ پھر میرے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سے مراد بچہ کو ضائع کرنا ہے۔ قسم بخدا میں کبھی بھی اپنے بچہ کو ضائع نہیں کروں گی۔'' (طبرانی، مجمع الزوائد)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا تُبَایِعُوْنِیْ عَلٰی مَا بَایَعَ عَلَیْهِ النِّسَآءُ، اَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا، وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِیْ فِیْ مَعْرُوْفٍ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَایَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَصَابَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَیْئًا فَنَالَتْهُ عُقُوْبَةٌ فَهُوَ كَفَّارَةٌ وَمَنْ لَمْ تَنَلْهُ عُقُوْبَةٌ فَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ (نسائی 4167)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم ان کاموں کی مجھ سے بیعت نہیں کرتے جن کی عورتوں نے بیعت کی ہے؟ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل

نہیں کرو گے، کسی پر اپنی طرف سے گھڑ کر بہتان نہیں باندھو گے اور کسی اچھے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ (ہم بیعت کریں گے) پھر ہم نے ان کاموں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اس کے بعد جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس کو سزا مل گئی تو وہ سزا اس کے گناہ کو مٹا دے گی اور جس کو (دنیا میں) سزا نہ ملی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے وہ اسے معاف فرما دے چاہے سزا دے۔''

قرآن وسنت سے خواتین کی بیعت ثابت ہونے کے باوجود اس پر اعتراض کرنے والے تنگ نظر اور بدباطن لوگ ہیں جو عورت کو صرف استعمال کی ایک حقیر شے سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسے نہ دنیا میں ترقی کرنے کا کوئی حق ہے نہ دین میں، اس کا کام صرف مرد کی خدمت ہے۔ انہیں خوف ہے کہ اگر عورت نے دین و دنیا کی تعلیم حاصل کر لی تو اسے اپنے ان حقوق سے آگہی حاصل ہو جائے گی جو اسلام نے بحیثیت ایک بندۂ خدا اس کے لیے مقرر کیے ہیں۔ پھر ان مردوں کی حاکمیت کا کیا بنے گا جو خود کو عقل و شعور کے لحاظ سے عورت سے برتر سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ نے عقل و شعور عطا کرتے ہوئے مرد و عورت کی تمیز روا نہیں رکھی بلکہ عورت و مرد کے فرق کے بغیر جسے مناسب سمجھا اسے ذہانت و عقل کی نعمت عطا کی۔ ان بے عقلوں کو یہ نہیں معلوم کہ دین میں ترقی سے جہاں عورت کو اپنے حقوق کا شعور حاصل ہوگا وہیں مرد کے حقوق کا ادراک بھی ہوگا اور اپنے فرائض کا بھی۔ پھر وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اللہ کے حکم کے مطابق پہلے سے بھی بہتر طریقے سے اپنے ازدواجی فرائض ادا کرے گی۔

دوسرا مسئلہ ان مردوں کا یہ ہے کہ ان کی اپنی نگاہ میں گندگی اور شہوت بھری ہوتی ہے اس لیے جس طرح یہ خود دوسری خواتین پر نگاہ رکھتے ہیں اسی طرح سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ اولیا اللہ جن کو بیعتِ طریقت کی اجازت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوئی ہے، خدانخواستہ انہی کے جیسے مرد ہیں جن کے پاس عورتوں کو روحانی فیض کے حصول کے لیے بھی نہیں جانا چاہیے۔ ان کے اپنے

نفس کا آئینہ ہی اتنا میلا ہے کہ انہیں اولیا اللہ کے چہروں کی نورانیت اور پاکیزگی بھی میلی دکھائی دیتی ہے۔ظاہر ہے کہ جس ولیٔ کامل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تلقین وارشاد کی مسند پر فائز کیا گیا ہے وہ ان جیسا معمولی انسان تو نہ ہوگا بلکہ اس کے اعلیٰ ترین رتبے کا ادراک بھی ان کے وہم وگمان سے باہر ہے۔ چنانچہ خواتین کو کسی ولیٔ کامل سے روحانی فیض ومعرفتِ الٰہی کے حصول کی نیت سے بیعت کرنے سے روکنا جائز نہیں۔البتہ اس زمانے میں دھوکہ دہی اور فراڈ عام ہونے کے پیشِ نظر اتنی احتیاط ضرور لازم ہے کہ بیعت سے قبل اس بات کی اچھی طرح تحقیق کر لی جائے کہ بیعت لینے والا واقعی ولایت کے منصب پر فائز اور شریعت کا مکمل پابند ہے یا نہیں۔لیکن کامل اولیا اللہ کو ان جعلی پیروں جیسا قیاس کر کے ان سے فیض کے حصول سے روکنا زیادتی ہے۔یہ بات بھی طے ہے کہ جن خواتین وحضرات کی طلب سچی ہے اور وہ واقعی معرفتِ الٰہی کی خاطر گھر سے کسی ولیٔ کامل کی تلاش میں نکلتے ہیں اللہ خود ان کا مددگار رہتا ہے اور کبھی انہیں دھوکہ بازوں کے چنگل میں پھنسنے نہیں دیتا۔

خواتین کی بیعت کے متعلق ایک غلط مسئلہ جس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں مشہور کر دیا گیا ہے کہ وہ والد یا شوہر کی اجازت کے بغیر بیعت نہیں کر سکتیں۔اگر تو والد یا شوہر خود راہِ طریقت وفقر کو حق ماننے والا ہے، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا پیروکار ہے، دین کے سلسلے میں حقیقی علم رکھنے والا باشعور اور ہدایت یافتہ ہے تو وہ کبھی اپنی بیٹی یا بیوی کو راہِ خدا پر آگے بڑھنے کے لیے کسی ولیٔ کامل کی بیعت سے نہیں روکے گا اور اگر وہ ان سب اوصاف سے عاری ایک جاہل اور بے ہدایت انسان ہے تو خود ہی بتایئے کہ کیا ایسے شخص کی بات مان کر خواتین کو اپنے اور اللہ کے تعلق کو مضبوط بنانے اور اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش چھوڑ دینی چاہیے؟ ہرگز نہیں۔موت کے بعد قبر میں عورت کو نہ اس کا والد بچانے آئے گا نہ شوہر نہ ہی اس وقت وہ یہ عذر پیش کر سکے گی کہ میں اللہ کے قرب و معرفت سے اس لیے محروم ہوں کہ میرے والد یا شوہر نے مجھے اللہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا تھا کیونکہ بیشتر خواتین اپنی زندگی کے بہت سے کام والد اور شوہر کی اجازت کے بغیر کرتی رہتی ہیں

لیکن صرف کامل مرشد سے بیعت کے وقت کہتی ہیں کہ ہمیں والد یا شوہر کی طرف سے اجازت نہیں۔ حدیث پاک ''علم حاصل کرنا مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورت اور مرد کا علیحدہ علیحدہ ذکر اس لیے کیا کہ عورت اپنا فرض خود ادا کرے، اس کے لیے اسے مرد کی اجازت کی ضرورت نہیں، نہ مرد اسے روک سکتا ہے، اور اس علم میں علمِ معرفتِ الٰہی بھی شامل ہے۔ جس طرح والد یا شوہر عورت کو نماز، روزے جیسے فرائض سے روکنے کا کوئی حق نہیں رکھتے اسی طرح وہ اسے قرآن وسنت سے ثابت ایک پاکیزہ عمل 'بیعت' سے بھی نہیں روک سکتے بشرطیکہ بیعت مرشد کامل اکمل سے کی جا رہی ہو نہ کہ ناقص مرشد یا جعلی پیر سے۔

عورت بھی اللہ اور اللہ کی محبت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی محبت، دینِ اسلام اور اس کی تعلیم کے حصول پر اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا کہ مرد۔ اللہ نے تمام ارواح کو برابر بنایا اور ان سے اپنا رشتہ بھی ایک ہی بنیاد پر استوار کیا۔ دنیا میں یہ ارواح عورت اور مرد کے لباسوں کی صورت میں ظاہر ہوئیں کیونکہ انہوں نے دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے اپنے اپنے مختلف کردار ادا کرنے تھے، ورنہ اصل میں روح تو نہ مرد ہے نہ عورت، اور اللہ سے ہر روح کا رشتہ عشق کا ہے خواہ وہ مرد کے وجود میں ہو یا عورت کے۔ اسی لحاظ سے روحانی ترقی کرنے اور معراج پر پہنچ کر اللہ کا دیدار کرنے کا حق مرد اور عورت دونوں کو برابر ہے۔ لہٰذا عورتوں کو کسی ولیٔ کامل سے روحانی فیض حاصل کرنے سے روکنا سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔

عجیب بات ہے کہ موجودہ معاشرے میں بیشتر گھرانوں میں عورتوں کے ہوٹلوں، بازاروں، سینماؤں وغیرہ میں جانے، کھلے عام گھومنے پھرنے اور غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھنے پر تو کوئی پابندی اور اعتراض نہیں کیا جاتا خواہ وہ ڈاکٹر کے روپ میں ہو یا استاد، دکاندار ہو یا نامحرم رشتہ دار، کلاس فیلو ہو یا ہمسایہ۔ لیکن جیسے ہی ایک عورت کسی مرشد کامل سے روحانی فیض کے حصول کی غرض سے ملتی ہے اس پر عجیب وغریب بے جا اعتراضات شروع کر دیئے جاتے ہیں جیسے وہ خدانخواستہ کوئی شیطانی کام کر رہی ہے۔ بلاشبہ حق کی راہ سے روکنے والے خود شیطان کا دوسرا

روپ ہیں۔حق کی طالبِ صادق خواتین کو کبھی اپنے اور اللہ کی راہ کے درمیان روڑے اٹکانے والے ایسے شیطانوں کی آواز پر کان نہیں دھرنے چاہئیں بلکہ انہیں صرف سگِ راہ سمجھ کر نظر انداز کر دینا چاہیے اور راہِ حق پر استقامت سے سفر جاری رکھنا چاہیے۔ بے شک ان کی استقامت اور صبر کی بدولت اللہ جلد ان کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر دے گا۔(انشاء اللہ)

مرشد کامل اکمل کی اہمیت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ توبہ۔119)

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں (صادقین) کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس آیت میں صادقین سے کون لوگ مراد ہیں کہ جن کی ہمراہی کا حکم دیا جا رہا ہے؟ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم میں سے اکثریت نماز بھی ادا کرتی ہے اور نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ پاک سے یہ التجا کرتے ہیں ''ہمیں صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) عطا فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام نازل کیا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ اور مغضوب ہیں۔'' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم یا سیدھی راہ کونسی ہے؟ یہ بات تو حق ہے کہ سیدھی راہ قرآن اور سنت ہی ہے لیکن دنیا کے ہر مذہب اور گروہ اور پھر مسلمانوں میں ہر فرقے کا یہ اعلان ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔ مسلمانوں میں کوئی قرآن کا حوالہ دے کر یہ کہتا ہے کہ چونکہ ہم قرآن کا علم زیادہ رکھتے ہیں اور اس کی زیادہ تلاوت کرتے ہیں اس لیے ہم صراطِ مستقیم پر ہیں۔ لیکن قرآن یہ فرما رہا ہے:

◆ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا ۙ وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا (سورۃ البقرہ۔26)

ترجمہ: اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہدایت نہیں ملتی، قرآن پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب و وِصال سے محروم رہتے ہیں۔ بلکہ بعض کی سوچ کا رُخ ہی بدل جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون۔ کچھ لوگ حدیث کے علم میں ماہر ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ہم اہلِ حدیث ہیں اس لیے ہم سیدھے راستے پر ہیں۔ ہر گروہ نے خود ہی صراطِ مستقیم کو متعین کر لیا ہے، اپنے متعین کردہ راستے پر چل رہے ہیں اور اسے صراطِ مستقیم سمجھ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سورۃ فاتحہ میں صراطِ مستقیم کی دعا یوں بھی سکھا سکتا تھا ''اے باری تعالیٰ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا جو تیری کتاب اور تیرے محبوبؐ کی سنت کی راہ ہے۔'' لیکن اللہ نے صراطِ مستقیم کے ساتھ اپنے انعام یافتہ بندوں کا ذکر فرمایا کہ انعام یافتہ بندوں کی راہ دکھا یعنی صراطِ مستقیم وہ ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے لہٰذا ان کی ہی پیروی کرنی چاہیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انعام یافتہ بندے کون ہیں جن کی راہ پر چلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے چار گروہوں کا ذکر کیا ہے جن پر اس نے اپنا فضل یعنی انعام نازل کیا ہے:

◆ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ (سورۃ النساء۔69)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔

پہلا گروہ انبیا علیہم السلام کا ہے۔ یہ ہر صورت انعام یافتہ ہیں لیکن باقی تین گروہ ایسے ہیں جو انبیا نہیں بلکہ غیر نبی ہیں۔ دوسرے نمبر پر صدیقین ہیں اور سورۃ التوبہ کی آیت 119 میں صدیقین کی ہمراہی کا ہی حکم دیا گیا ہے لیکن صدیقین کون ہیں؟

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں:

صدیق فعل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے لغوی معنی ہیں المبالغ فی الصدق یعنی نہایت راست باز اور راست گفتار۔ اور صدق مقاماتِ قربِ الٰہی میں سے ایک مقام ہے۔

الشیخ محمد عبدہٗ لکھتے ہیں:

صدیقین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر گرد و غبار سے یوں پاک صاف ہوتا ہے کہ جب ان پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ خیر و شر کے درمیان انہیں التباس نہیں ہوتا بلکہ نگاہ جیسے سیاہ و سفید کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے اسی طرح وہ حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ صدیقیت کا یہ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کئی جید صحابہؓ کو حاصل تھا اور صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی صدیقیتِ کبریٰ کا مظہرِ اُتّم ہے۔ (تفسیر روح البیان)

صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدق والے ہیں اور تصدیق کرنے والے ہیں، جن کے دل اتنے صاف ہو چکے ہیں کہ جو وحی الٰہی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل ہوتی ہے اور جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرتے ہیں وہ فوراً اس کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں۔

انبیا کے بعد صدیقین کو اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہر کسی کو صحبتِ نبوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب قیامت تک کوئی قطبیت، غوثیت اور عبدیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہو جائے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کی گردِ پا کو بھی نہیں پا سکتا۔ یہ شرفِ صحابیت قیامت تک بند ہو گیا۔ جب ظاہری صحبت کا دور ختم ہو گیا تو آنے والے ادوار کے لیے اُمت کو صدیق عطا فرما دیئے۔ جو کوئی ان کی صحبت میں رہے گا اسے بالواسطہ صحبتِ نبویؐ کا فیض حاصل ہو گا۔

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

تمہارے درمیان صورتاً کوئی نبی موجود نہیں ہے تاکہ تم اس کی اتباع کرو۔ پس جب تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبعین (صدیقین، مرشدِ کامل) کی اتباع کرو گے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی اتباع کرنے والے اور اتباع میں ثابت قدم ہیں تو گویا تم نے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کی۔ جب تم ان کی زیارت کرو گے تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی۔ (الفتح الربانی۔مجلس 14)

صدیقیت کے مرتبہ پر فائز کامل مرشد کے قلب کا آئینہ پرتوِ نبوت بن کر آفتابِ نبوت سے فیوضاتِ الٰہیہ حاصل کرتا ہے اور طالبانِ مولیٰ میں اسے تقسیم کرنے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ صدیقیت ہی تقویٰ کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ ولایت سے سرفراز کر کے صدیقیت کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔ اب اس پر لوگوں کو تلقین وارشاد کرنا اور صراطِ مستقیم پر راہنمائی کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں انہی لوگوں کی ہمراہی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں ہی قرآن فرما رہا ہے:

◆ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (سورۃ الانبیاء۔7)

ترجمہ: پس اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

اب ذرا اس آیتِ مبارکہ پر غور کریں تو فوراً بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہاں پر فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الۡعِلۡمِ یعنی ''اہلِ علم سے پوچھ لو'' نہیں فرمایا گیا بلکہ فرمایا گیا ''اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔'' اہلِ علم سے مراد علما ہیں اور اہلِ ذکر سے مراد اولیا و فقرا ہیں یعنی کامل مرشد۔ علم والے خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے جبکہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل لوحِ دل ہے۔ علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تختی پر مرقوم ہوتا ہے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اہلِ علم علمائے ظاہر اور اہلِ ذکر اولیا اللہ جو علمائے ربانی بھی ہیں اور کامل مرشد کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں، کے فرق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

✤ ولیٔ کامل (مرشد کامل اکمل) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ولایت کا حامل ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوتِ باطن کا جزو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اُس (ولیٔ کامل) کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ علما ہرگز نہیں جنہوں نے محض علمِ ظاہر حاصل

کر رکھا ہے کیونکہ اگر وہ ورثائے نبوی[1] میں داخل ہوں تو بھی ان کا رشتہ ذوی الارحام[2] کا سا ہے۔ پس وارثِ کامل وہ ہوتا ہے جو حقیقی اولاد (روحانی وارث) ہو کیونکہ باپ سے اُس کا رشتہ تمام نسبی رشتہ داروں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''علم کا ایک حصہ مخفی رکھا گیا ہے جسے علمائے ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' (سرّالاسرار۔فصل نمبر5)

قرآنِ پاک میں قلبی ذکر سے غافل لوگوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ علم کے لحاظ سے کتنے بھی بلند مرتبہ پر کیوں نہ ہوں۔

- وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا (سورۃ الکھف۔28)

ترجمہ: اور اس کا کہنا ہرگز نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ وہ تو خواہشاتِ نفس کا غلام ہے اور اس کا کام ہی حدیں پھلانگنا ہے۔

جبکہ اہلِ ذکر اولیا اللہ اور صدیقین (مرشد کامل) کے بارے میں ارشاد ہے:

- وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (سورۃ لقمان۔15)

ترجمہ: اور پیروی کرو اس شخص کے راستہ کی جو مائل ہوا میری طرف۔

- اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا (سورۃ الفرقان۔59)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

- اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورۃ النساء۔59)

ترجمہ: پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور اس کی جو تم میں

---

[1] حدیثِ مبارکہ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ ترجمہ: ''علما انبیا کے وارث ہیں'' کی طرف اشارہ ہے۔ [2] وہ رشتہ دار جن کا وراثت میں حصہ قرآن و حدیث اور اجماع سے مقرر نہیں ہے۔ نہ وہ حقیقی ورثا (اصحاب فرائض جن کا حصہ قرآن و حدیث میں مقرر کیا گیا ہے) ہوں اور نہ ہی عصبی رشتہ دار (جنہیں حقیقی ورثا کے نہ ہونے پر یا ان سے کچھ بچ جانے پر وراثت میں حصہ ملتا ہے)۔

’’اولی الامر‘‘ ہو۔

ان تمام آیاتِ مبارکہ میں صدیق یعنی مرشد کامل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی پیروی کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 59 میں ’’اولی الامر‘‘ سے مراد بعض لوگ دنیاوی حکمران لیتے ہیں لیکن اولیا کاملین کے نزدیک اس سے مراد وہ صدیق بندہ ہے جو نائبِ رسولؐ کے مرتبہ پر فائز ہو کیونکہ صرف اسی کی پیروی حقیقتاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی ہوگی نہ کہ دنیاوی حکمرانوں کی۔ یعنی اس مرشد کامل کی اتباع اور پیروی کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے جو قدمِ محمدؐ پر ہو۔

المختصر صدیقین، فقرا اور اولیا اللہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت کے وارث ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائبین ہیں، حصولِ قربِ الٰہی کے لیے اُن کی بیعت، صحبت اور غلامی ضروری ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

اندرین عالم نیرزی با خسے
تا نی آویزی بہ دامانِ

ترجمہ: اس جہان میں تیری قیمت ایک تنکے کے برابر نہیں ہوگی جب تک کہ تو کسی مردِ کامل (مرشدِ کامل) کے دامن سے وابستہ ہو کر زندگی نہ گزارے۔

وصالِ حق تعالیٰ مرشد کامل اکمل کی راہنمائی کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے عظیم علمائے حق نے کثیر علم ہونے کے باوجود اللہ کی معرفت اور وصال کی طلب میں کامل مرشد کی تلاش اور پیروی کی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ پہلے تصوف اور صوفیائے کرام کی مخالفت میں مشہور تھے لیکن بعد میں جب حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر حلاوتِ ایمان نصیب ہوئی تو جب کوئی شخص احکامِ شریعت ان سے دریافت کرنے آتا تو خود بتا دیتے تھے لیکن جب کوئی شخص راہِ حقیقت دریافت کرنے آتا تو حضرت شیخ بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔ یہ دیکھ

کر اِن کے شاگردوں کو غیرت آئی اور عرض کیا کہ آپؒ اتنے بڑے عالم ہو کر لوگوں کو ایک صوفی کے حوالہ کیوں کر دیتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے احکام کا علم ہے اور اُن کو اللہ کا علم ہے اِس لیے طالبانِ حق کو ان کے پاس بھیجتا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت بشر حافیؒ کے پیچھے پیچھے بھاگتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایک فقیر کے پیچھے بھاگتے ہو، بات سمجھ میں نہیں آئی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا ''احمد بن حنبل جس ربّ کو مانتا ہے بشر حافی اس ربّ کو جانتا ہے۔''

حضرت بہلول دانا رحمتہ اللہ علیہ بظاہر ایک مجذوب تھے لیکن ان کا شمار حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مشائخ میں ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامِ اعظم اِن سے کیا سیکھتے ہوں گے؟ کیا وہ ان سے فقہ، حدیث، صرف، نحو یا اصول و بلاغت کے اسباق پڑھتے ہوں گے؟ اِن علوم میں تو امام ابو حنیفہؒ خود یکتائے روزگار تھے۔ بہلول دانا رحمتہ اللہ علیہ کے مکتب میں وہ تزکیہ نفس اور اسباقِ عشق کے لیے جاتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی کتبِ سوانح اٹھا کر دیکھ لیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مشائخ کی صف میں حضرت بہلول دانا رحمتہ اللہ علیہ کا نام سرِ فہرست ملے گا۔ آپؒ کا قول ہے ''اگر میں دو سال حضرت بہلولؒ دانا کی صحبت میں نہ رہتا تو ضائع ہو گیا ہوتا۔''

ان مثالوں سے مرشد کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے قرب کے لیے صرف عبادات اور علم کافی نہیں بلکہ اللہ کے مقرب بندوں کی صحبت اور راہنمائی اس کے لیے ناگزیر ہے۔

مرشد کامل اکمل کا اندازِ تربیت

مرشد کامل اکمل طالبِ اللہ (مرید) کی تربیت بالکل اسی طریقہ سے کرتے ہیں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی تھی۔ قرآنِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندازِ تربیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

◆ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ (سورۃ الجمعہ۔2)

ترجمہ: (میرا محبوبؐ) اِن کو آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

سورۃ جمعہ کی آیت مذکورہ میں حق تعالیٰ نے منصبِ نبوت میں اِن امور کو شامل فرمایا ہے:

(1) آیات پڑھ کر سنانا یعنی دعوت دینا اور اللہ کے احکام پہنچانا (2) تزکیہ نفس کرنا (3) احکامِ الٰہی کی تعلیم دینا (4) حکمت (علمِ لدنّی) عطا کرنا۔

آج کل علمائے کرام بھی لوگوں کے سامنے آیات پڑھتے ہیں، لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں، مطالبِ قرآن بھی سمجھاتے ہیں اور احکامِ قرآن کی تلقین بھی کرتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت سے تو لوگ جوق در جوق آ کر اسلام قبول کرتے تھے لیکن علمائے کرام کے سامنے کوئی آدمی بھی اسلام قبول نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندر زبردست روحانی قوت موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محض زیارت، بات چیت اور صحبت سے صحابہؓ کے مراتب بلند ہو جاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلام لانے سے قبل کئی یہودی، نصاریٰ اور آتش پرست اربابِ روحانیت سے ملاقات کر چکے تھے لیکن کسی سے متاثر نہ ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو چہرہ مبارک دیکھتے ہی کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔'' تو یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''حضورؐ! میں اپنے اندر یہ کیفیت محسوس نہیں کرتا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کیا تم محسوس نہیں کرتے؟'' اِس خطاب سے حضرت عمرؓ کے مراتب بلند ہو گئے اور فوراً عرض کیا کہ اب

محسوس کرتا ہوں۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت معاذ بن جبلؓ (یا کسی اور صحابی) کو یمن کا عامل مقرر کر کے بھیج رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا ''حضورؐ! میرے اندر عامل بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کے کندھے کو چھوا تو وہ فوراً چلا اُٹھے ''حضورؐ! اب وہ صلاحیت اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔'' یہ ہے باطنی توجہ سے تزکیہ نفس کرنا اور روحانی مراتب بلند کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کے خلفا بھی باطنی توجہ سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اسی طرح کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں علما کرام کی دھواں دھار تقریریں ناکام رہتی ہیں وہاں اولیا اللہ کی ادنیٰ سی باطنی توجّہ سے مریدین کا تزکیہ نفس ہو جاتا ہے جس سے اِن کی روحوں میں قوتِ پرواز آجاتی ہے اور وہ مختلف منازل ومقامات طے کرتے ہوئے قربِ حق میں پہنچ جاتے ہیں۔ اقبالؒ بھی ایمانِ کامل کے لیے مسلمانوں کا علاج کسی کامل کی نظر بتاتے ہیں:

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (بالِ جبریل)

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے (بالِ جبریل)

آج کے حالات کے بارے میں آپؒ فکر مند نظر آتے ہیں:

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے (بالِ جبریل)

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (بالِ جبریل)

مرشد کی تلقین اور نگاہ ہی ایسی کیمیا ہے جو طالب کے وجود کی کثافت دور کر کے اسے روشن

ضمیری کے قابل بناتی ہے۔ تعلیم اور تلقین میں کیا فرق ہے؟ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے جبکہ تلقین سے دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے، تزکیہ نفس و تصفیہ قلب ہوتا ہے اور روحانی بلندی سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

قصہ مختصر کتاب و حکمت کی تعلیم و تلقین مرشدِ کامل اکمل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مرشد ہی طالب کو اس کی استطاعت کے مطابق شیطان اور نفس کی چالبازیوں سے بچاتا ہوا دارالامن (قربِ الٰہی) میں لے جاتا ہے۔ عام لوگوں کو تو اس روحانی علم کے نام سے بھی واقفیت نہیں چہ جائیکہ اِن کو اس پر دسترس حاصل ہو۔

تلاشِ مرشد

جب طالبِ مولیٰ (سالک) تلاشِ حق کے سفر پر نکلتا ہے تو سب سے پہلا مرحلہ مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب و وصال کی راہ چونکہ شریعت کے دروازہ سے ہو کر گزرتی ہے اس لیے شریعت کے دروازے کے دونوں طرف شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت طالبِ مولیٰ کی گھات لگا کر بیٹھا ہے۔ اوّل تو وہ کسی آدم زاد کو شریعت کے دروازے تک آنے ہی نہیں دیتا، اگر کوئی باہمت آدمی شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کے دروازہ تک پہنچ جاتا ہے تو شیطانی گروہ اسے شریعت کی چوکھٹ پر روک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے شریعت کی ظاہری زیب و زینت کے نظاروں میں محو رکھتا ہے۔ وہ شریعت کی روح تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا اور آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ جو لوگ شریعت پر کاربند ہیں وہ اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اگر کوئی خوش قسمت طالبِ مولیٰ ہمت کر کے آگے بڑھتا ہے تو شیطان پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اسے روکنے یا گمراہ کرنے کے جتن کرتا ہے اور اس کی راہ مارنے کا ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ طالبِ مولیٰ جب شریعت کے دروازہ سے گزر کر باطن کی نگری

میں داخل ہوتا ہے تو اسے رجوعاتِ خلق (خلقت اپنی دنیاوی مشکلات کے خاتمہ کے لیے اس کی طرف رجوع کرتی ہے) کے نہایت ہی وسیع و دشوار گزار جنگل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس موقع پر طالبِ مولیٰ کو اگر کسی مرشد کامل اکمل کی رفاقت اور راہبری حاصل نہ ہو تو وہ رجوعاتِ خلق کے جنگل میں بھٹک کر باطنی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے۔ جس طرح شریعت کا علم استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اسی طرح باطنی علم کا حصول مرشد کامل اکمل کی رفاقت کے بغیر ناممکن ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ مرشدِ کامل کی پہچان کیسے ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے:

اللہ تعالیٰ کی معرفت آسان ہے لیکن ولی اللہ (مرشد کامل) کی حقیقت کی معرفت مشکل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن ولی اللہ ایک مخلوق ہے اور مخلوق کو مخلوق کی معرفت مشکل ہوتی ہے کیونکہ وہ انہی کی طرح احکامِ شرع کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہے اس لیے اس کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

ان (اولیا، مرشد کامل) کی ظاہری شکل کو ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ جن خوش بخت حضرات کو ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اگر انہوں نے اُن کی قدر و منزلت کے مطابق تعظیم و تکریم کی تو کامیاب رہیں گے، اگر ان سے ان کی مخالفت سرزد ہوئی یا معمولی گستاخی و بے ادبی ہوئی تو مارے جائیں گے اور خاتمہ خراب ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)

فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ (مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ) کی پہچان ہر انسان، طالب یا مرید کے بس کی بات نہیں کیونکہ ہر مرید طالبِ مولیٰ نہیں ہوتا بلکہ مریدوں کی اکثریت طالبِ دنیا یا طالبِ عقبیٰ ہوتی ہے۔ کامل مرشد کا کام تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قُرب تک جانے والے راستہ کو مرید پر نہ صرف کھول دے بلکہ آسان کر دے کیونکہ وہ اس راستہ کا ہادی، راہبر اور راہنما ہے۔ اس لیے مرشد کامل کی حقیقت کو وہی پہچانتا ہے جو ''طلبِ مولیٰ'' لے کر نکلا ہو اور قربِ الٰہی کے راستہ کا مسافر ہو۔ تمام انسان ایک تو اپنی ناقص طلب کی وجہ سے اسے پہچان نہیں پاتے دوسرے وہ انہی کی

طرح ایک انسان ہوتا ہے۔اس کا چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بھی عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے، کھاتا پیتا بھی وہ عام انسانوں کی طرح ہی ہے اس لیے طالبانِ دنیا وعقبیٰ کے لیے اس کی معرفت حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اپنی ناقص عقل کے مطابق اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ عقل ہمیشہ تلاشِ نقص واعتراض میں رہتی ہے۔اگر عقل سے ان کو پہچاننے کی کوشش کی جائے تو محض اعتراضات ہی ہاتھ آتے ہیں۔جیسا کہ سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس واقعہ میں طالبِ مولیٰ کے لیے روشنی ہے کہ اعتراضات راستہ جدا کر دیتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ اس زمانے میں یہ ہے کہ دھوکہ دہی اور فریب عام ہے۔ایک طالب کیسے یہ طے کرے کہ کون سا مرشد کامل ہے، کون ناقص ہے اور کون جعلی پیر ہے؟ ان تمام سوالات کے جوابات اگلے صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔

مرشد کی تلاش کی وجہ حق تعالیٰ کا قرب

اگر مرشد کی تلاش کی وجہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اسکی پہچان ہے تو طالب یہ خاطر جمع رکھے کہ اس کو کامل مرشد ضرور ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سورۃ عنکبوت میں ارشاد ہے:

◆ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت۔69)

ترجمہ: جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔

اس راہ میں طلب کے مطابق مرشد کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔جیسی کسی کی طلب اور طبیعت ہوتی ہے اُسی طرح کے مرشد کی طرف راہنمائی ہو جاتی ہے۔

بقول اقبالؒ:

هست این میکده و دعوت عام است اینجا
قسمت باده باندازه جام است اینجا (پیامِ مشرق)

ترجمہ: یہ دنیا ایک میکدہ ہے اور ہر کسی کو (لذّتِ دیدار کی مے) پینے کی دعوتِ عام ہے تاہم ہر کسی کے حصے کی شراب اس کے جام (طلب) کے مطابق ہوتی ہے۔

پس اگر مرید چاہتا ہے کہ اسے کامل مرشد ہی ملے تو پہلے اسے اپنی نیت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا ہوگا۔

مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ

اگر مرشد کی تلاش کا مقصد حق تعالیٰ کی پہچان اور قرب ہے تو اس کے لیے آپ کو دو طرح کے مرشد ملیں گے۔ ایک مرشد وہ جو امانتِ الٰہیہ یا خلافتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے، یہی نائب اور خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، یہی اپنے دور کا انسانِ کامل اور امام الوقت ہے اور یہی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ ہوتا ہے جبکہ باقی اس کے خلفا ہوتے ہیں۔ دونوں کا ذکر ہم تفصیل سے کر رہے ہیں۔

امانتِ الٰہیہ کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو سب نے اس بارِ امانت کو اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

اسم اللہ بس گرانست بس عظیم
ایں حقیقت یافتہ نبی کریمؐ

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نہایت ہی بھاری و عظیم امانت ہے۔ اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

عارفین کے نزدیک اس امانت سے مراد اسمِ اللہ ذات یعنی خزانۂ فقر ہے۔ جس انسان میں امانتِ الٰہیہ یا خزانۂ فقر منتقل ہونا ہوتا ہے وہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہِ ٥ (ترجمہ: جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کے مرتبہ کا حامل ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانۂ فقر کے مالک اور مختارِ کُل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در سے ہی فقر کے متعلق تمام فیصلے صادر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے ہی امانتِ الٰہیہ (خزانۂ فقر) ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی ہے یعنی ایک دور کے انسانِ کامل (مرشد کامل) سے اگلے دور کے انسانِ کامل کو منتقل کی جاتی ہے۔ جو شخص خود بخود اس امانت کا حامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ پکا مردود اور خبیث ہے اور اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ عربیؒ اپنی کتاب فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

چونکہ اسمِ اللہ ذات جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و ربّ الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو عین ثانیہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے، اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تحتِ امر و قرب و فرائض میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے توسط سے کرتا ہے۔ (ترجمہ و شرح مولانا عبدالقدیر صدیقی۔ ناشر نذیر سنز لاہور)

حضرت شیخ موید الدین جندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سُو پھیل گئی ہے وہ حقیقتاً ومعناً عالمِ حقائق ومعنی سے ہے اور سورۃً ولفظاً عالمِ صورت والفاظ سے ہے۔ جمیع حقائقِ کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسانِ کامل (مرشدِ کامل نورالہدیٰ) ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کی صورت اس ولیٔ کامل (مرشد کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے۔ (تفسیر روح البیان)

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ (سورۃ یٰسین۔12)

ترجمہ: اور ہر چیز کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امامِ مبین میں۔

اس آیت میں امامِ مبین سے مراد انسانِ کامل (مرشد کامل اکمل نورالہدیٰ، امام الوقت) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر، حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کائنات کو ایک لوحِ محفوظ جو کہ انسانِ کامل کا دل ہے، میں محفوظ کر رکھا ہے۔ انسانِ کامل کا دل وہ جگہ ہے جہاں انوارِ ذات نازل ہوتے ہیں اور اسکی وسعت کا بیان واندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا رومؒ مثنوی (دفتر سوم) میں فرماتے ہیں:

جس طرح خزانے ویرانوں میں ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی ''امانت'' بھی ایسے شخص کے دِل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔

حضرت عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسانِ کامل میں لکھتے ہیں:

انسانِ کامل قطبِ عالم ہے جس کے گرد اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتدا ہوئی اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگا رنگ لباس ہیں اور باعتبارِ لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اس کی کنیت ابوالقاسم، اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے

نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔ (صفحہ 388۔ترجمہ فضل میراں، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

اس حقیقت کو مزید وضاحت سے حضرت علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فصوص الحکم (ترجمہ و شرح محمد ریاض قادری) میں بیان کرتے ہیں:

- ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ (صفحہ 97)
- پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، نبیوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیا اللہ کی صورت میں علیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔ (صفحہ 165)

یعنی ہر دور میں ایک ایسا انسان موجود ہوتا ہے جو امانتِ الٰہیہ کا حامل یعنی خزانۂ فقر کا وارث ہوتا ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانۂ فقر کے مالک اور مختارِ کل ہیں اس لئے انہی سے یہ امانت اور خزانۂ فقر منتقل ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِذن کے بغیر کسی انسان کو امانتِ الٰہیہ منتقل نہیں ہوسکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خزانۂ فقر خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا اور آپؓ اُمتِ محمدیہ میں فقر کی پہلی سلطان ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر کی وراثت پائی اور اُن سے ہی فقر اُمت کو منتقل ہوا اس لیے آپ کرم اللہ وجہہ بابِ فقر ہیں۔ پھر یہ منتقل در منتقل ہوتا ہوا شہسوارِ فقر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ تک پہنچا۔ پھر خزانۂ فقر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچا۔ اب جب بھی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوتی ہے تو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس انسان کو سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے حوالہ کرتے ہیں اور پھر وہاں سے اُسے امانتِ الٰہیہ یا خزانہ فقر کیلئے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ

میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ وہاں سے اُسے اس زمانہ کے انسانِ کامل (مرشد کامل) کی بارگاہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ قیامت تک یہ خزانہ اس کے مختارِکل صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت اور مہر سے اسی ترتیب سے منتقل ہوگا۔

امانتِ الٰہیہ کا حامل مرشد اگر طالب کو مل جائے تو فقر کی انتہا پر پہنچنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ اس مرشد کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہلے دِن ہی طالب کو ذکر کے لیے سلطان الاذکار اسمِ اعظم ''ھُو'' عطا کر دیتا ہے اور تصور کے لیے اسمِ اللّٰہ ذات کا نقش عطا فرماتا ہے۔ چونکہ وہ اسمِ اللّٰہ ذات کا حامل اور مظہر ہوتا ہے اس لیے طالب کو اسمِ اللّٰہ ذات کے تصور سے مرشد کا تصور حاصل ہوتا ہے، یہی اس کے کامل ہونے کی نشانی ہے۔ ناقص مرشد اگر اسمِ اللّٰہ ذات کا نقش اپنے مریدوں کو تصور کے لیے دیتا بھی ہے تو انہیں اس سے صرف اسم کا تصور حاصل ہوتا ہے 'ذات' کا نہیں۔ اور اسم کا تصور حاصل ہونے میں بھی اس ناقص مرشد کا کوئی کمال نہیں ہوتا بلکہ اسمِ اللّٰہ ذات کی نورانی تجلیات کی وجہ سے مریدوں کو یہ تصور ملتا ہے۔ مرشد کامل اسم ذات کے لیے 'مسمّٰی' ہے اور اس کی صورت اسمِ اعظم ہے۔

تصورِ مرشد کے متعلق مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ میں روایت موجود ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مرید نے آپؒ کو خط لکھا کہ اس کا تصورِ شیخ اس حد تک غالب آچکا ہے کہ وہ نماز میں بھی اپنے شیخ کے تصور کو اپنا مسجود دیکھتا اور جانتا ہے اور اگر فرضاً نفی کرے تو بھی حقیقتاً نفی نہیں ہوتا یعنی نظر کے سامنے سے نہیں ہٹتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے اس مرید کو جواب میں لکھا ''اے محبت کے اطوار والے! یہ دولت طالبانِ حق کی تمنا اور آرزو ہے اور ہزاروں میں سے شاید کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کیفیت اور معاملے والا مرید صاحبِ استعداد اور شیخ سے مکمل مناسبت رکھنے والا ہوتا ہے۔ احتمال ہے کہ شیخ کی تھوڑی سی صحبت سے وہ شیخ کے تمام کمالات کو جذب کر لے۔ تصورِ شیخ کی نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ (شیخ) مسجود الیہ ہے مسجود لہٗ نہیں (یعنی جس کی طرف سجدہ کیا جائے نہ کہ وہ جس کو سجدہ کیا جائے)۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (نماز کی حالت

میں مسجد، مینار، محراب، دیواریں وغیرہ یا دیگر بہت سی چیزیں سامنے ہوں تو بھی نماز میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں ہوتی)۔ اس قسم کا ظہور سعادت مندوں کو ہی میسر آتا ہے تاکہ وہ تمام احوال میں مرشد کامل کو (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اسے پہچاننے کے لیے) اپنا وسیلہ جانیں اور اپنے تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں نہ کہ اس بدنصیب گروہ کی طرح جو اپنے آپ کو (اللہ تک پہنچنے کے لیے ہر قسم کے وسیلے سے) بے نیاز جانتا ہے اور اپنے قبلۂ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتا ہے اور اپنے معاملے کو خراب کر لیتا ہے۔''

(مکتوب نمبر 30۔ دفتر دوم، حصہ اوّل، صفحہ 101)

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بشکلِ شیخ دیدم مصطفیؐ را
ندیدم مصطفیؐ را بل خدا را

ترجمہ: میں نے اپنے شیخ کی شکل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کیا، نہ صرف مصطفیؐ کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

اگر طالب کو ایسا مرشد مل جائے جو تصورِ اسمِ اللہ سے 'ذات' کا تصور عطا فرمائے تو فوراً دامن پکڑ لے لیکن اس کو تلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ غیر معروف ہوتا ہے البتہ وہ ہر دور میں موجود ضرور ہوتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس مرشد تک صرف وہی طالب پہنچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پہچان، دیدار اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کی سچی طلب لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔ طالبِ دنیا اور طالبِ عقبیٰ (جنت کے لیے زہد وریاضت کرنے والے) یہاں پہنچ نہیں سکتے اور اگر پہنچ جائیں تو ٹِک نہیں سکتے۔ پھر ان لوگوں کو طلبِ ناقص کی وجہ سے مرشدِ ناقص ہی ملتے ہیں تو دھوکہ کا گِلہ کیسا۔ اپنے اندر غور کر! اگر تُو اللہ تعالیٰ کی طلب لے کر نکلا ہوتا تو تیرا محافظ وہ خود ہوتا اور تجھے کبھی بھی کسی شیطان کے پھندے میں نہ پھنسنے دیتا۔ تیری تو طلب ہی مال و دولت اور دنیا میں شہرت و مرتبہ پانے کی ہے جو ورثۂ فرعون، قارون اور ابوجہل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طلب ورثۂ انبیا و اولیا ہے۔ اب تیری جو طلب ہے تو اس کے

مطابق ہی مرشد پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیت اور دِل کو دیکھتا ہے۔ خالص کے لیے خالص، ناقص کے لیے ناقص!

خلافت

راہِ فقر میں خلافت سے مراد مرشد کامل نور الہدیٰ کا مختلف سالکین کی تربیت فرما کر اور انہیں اپنی کسی صفت سے متصف فرما کر خلقِ خدا کی راہِ حق میں تربیت کے لیے مختلف جگہوں یا علاقوں میں متعین کرنا ہے۔ ان کو خلیفہ جس کی جمع خلفا ہے، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اصل ہدایت کا منبع تو امانتِ الٰہیہ کا حامل انسانِ کامل ہی ہوتا ہے، یہ خلفا اس کے نمائندوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سالک فنا فی اللہ یا بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو بلکہ ضرورت کے مطابق اس کی تربیت کر کے اسے اس کی ڈیوٹی پر متعین کر دیا جاتا ہے۔ انسانِ کامل اور اس کے خلفا کے مقام اور صلاحیتوں کو ہم ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک پاور سٹیشن پورے شہر کو بجلی سپلائی کرتا ہے لیکن شہر کے ہر علاقے کا ایک ٹرانسفارمر ہوتا ہے۔ اصل کرنٹ اور بجلی تو پاور سٹیشن سے آ رہی ہوتی ہے جس کی کپیسیٹی (capacity) ہزاروں کلوواٹ ہوتی ہے لیکن ٹرانسفارمر اپنی کپیسیٹی کے مطابق اسے اپنے اپنے علاقوں میں سپلائی کرتے ہیں۔ اسی طرح اصل باطنی قوت مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کی ہوتی ہے جو خلفا کے قلوب سے منعکس ہو کر سالکین تک پہنچتی ہے۔ خلافت میں کسی غلطی پر خلیفہ کی باطنی قوت سلب کر لی جاتی ہے یا اسے رجعت ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کے قلب سے جو نور خلیفہ کے قلب میں آ رہا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن مرشد کامل چونکہ امانت وخلافتِ الٰہیہ کا حامل اور محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس لیے اس کی قوت سلب نہیں ہوتی یا اسے رجعت نہیں ہوتی۔

سلسلہ سروری قادری میں خلافت بہت کم عطا کی جاتی ہے اور اگر عطا کی جاتی ہے تو دو طرح کی ہوتی ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ اس سلسلہ میں مرشد کامل اکمل چونکہ انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز اور امانتِ الٰہیہ یعنی تصورِ اسمِ اللہ ذات کا حامل ہوتا ہے اس لیے طالب کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے اس کی محفل میں رہ کر اسمِ اللہ ذات کا تصور کرنا ضروری ہے کیونکہ خلفا سے وہ چیز عطا نہیں ہو سکتی جو اسے یہاں سے بلا واسطہ عطا ہو جائے گی۔ ہاں مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کے ظاہری وصال کے بعد خلفا کی باطنی قوت کئی گنا تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ عام طور پر انسانِ کامل ایک ہی جگہ دو بار ظاہر نہیں ہوتا اور پھر نئی جگہ پر سالکین کو اس کی پہچان کافی دیر کے بعد ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سروری قادری مرشد بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

صاحبِ اسم: صاحبِ اسم صاحبِ ذکر ہے اور صاحبِ اسم مقامِ خَلق پر ہوتا ہے۔ یہ خلفا ہوتے ہیں۔

صاحبِ مسمّٰی: صاحبِ مسمّٰی فقیر فنا فی اللہ بقاباللہ ہوتا ہے۔ امانتِ الٰہیہ، خلافتِ الٰہیہ کا حامل اور انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور یہی مرشدِ کامل اکمل نور الہدیٰ ہے۔ اِن کے مریدین کو تصور اسمِ اللہ ذات سے تصورِ شیخ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے مرشد کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- فقیر عارف باللہ اُسے کہتے ہیں جو فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی فقر اور فنا فی ''ھُو'' ہو۔ (عین الفقر)

صاحبِ اسم اور صاحبِ مسمّٰی کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

- اسم اور مسمّٰی میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ اسم (محض) ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور صاحبِ مسمّٰی اللہ تعالیٰ کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔ صاحبِ اسم مقامِ مخلوق پر ہوتا ہے اور صاحبِ مسمّٰی مقامِ غیر

مخلوق پر ہوتا ہے۔ صاحبِ مسمّٰی پر ذکر حرام ہے کیونکہ صاحبِ مسمّٰی ظاہر اور باطن میں ہر وقت حضوریٔ فنا فی اللہ میں مکمل طور پر غرق ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

صاحبِ مسمّٰی مرشد کی تعریف کرتے ہوئے حضرت سخی سلطان باھُوؒ محک الفقر کلاں میں فرماتے ہیں:

❖ اس راہ (فقر) کا تعلق عرف (شہرت، نام وناموس) سے نہیں عرفانِ حق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسمّٰی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راہِ معرفتِ مسمّٰی کا تعلق گفتگو سے نہیں، عطائے الٰہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا پہچانتا ہے۔

❖ مسمّٰی آں کہ باشد لازوالی
نہ آں جا ذکر و فکر نہ وصالی
بود غرقش بہ وحدت عین دانی
فنا فی اللہ شود سِرّ نہانی

ترجمہ: مقامِ مسمّٰی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر فکر اور وصال کی مزید گنجائش نہیں رہتی کیونکہ یہاں طالب عین وحدت میں غرق ہوتا ہے۔ اِس مقام پر پہنچ کر طالبِ اللہ فنا فی اللہ فقیر ہو جاتا ہے اور اس پر رازِ پنہاں ظاہر ہو جاتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

''تذکرۃ الاولیا'' باب 78 میں ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکر شبلیؒ نے ندائے غیب سنی کہ ''کب تک اسمِ ذات کے ساتھ وابستہ رہو گے۔ اگر طالبِ صادق ہو تو مسمّٰی کی جستجو کرو۔''

ناقص مرشد و جعلی پیر

کچھ خود غرض لوگوں نے فقر یا تصوف کا جعلی لبادہ اوڑھ کر صوفیا کرام کو بدنام کر دیا ہے۔ یہ کھوٹے سکے ہیں لیکن یہ حقیقت یاد رکھیے کہ کھوٹے سکے وہیں بنتے ہیں جہاں کھرے سکے موجود ہوتے ہیں

اور جعلی مال وہیں بنتا ہے جہاں خالص اور اصلی مال موجود ہوتا ہے۔ فی زمانہ ان دھوکہ بازوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ لوگ راہبر کی شکل میں راہزن ہیں، سادھو کی صورت میں چور، خیر خواہ کی صورت میں دشمنِ جاں، بزرگ کی صورت میں اصل اور خطرناک ترین شیطان۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا ''شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔'' حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا ''کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟'' فرمایا ''ہاں۔'' (مسند احمد)

آئمہ دین فرماتے ہیں ''انسانی شیطان لوگوں کے لیے جن شیطان سے زیادہ سخت (یعنی نقصان دہ) ہوتا ہے۔'' (تفسیر طبری)

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے رکھتے ہیں اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں پکڑانا چاہیے۔ شکاری پرندے جیسی آواز اس لیے نکالتا ہے کہ پکڑنے والے پرندے کو دھوکہ دے۔ وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے اور پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح مکار لوگ درویش کا روپ بھر کر خلقِ اللہ کو پھانستے ہیں۔ کمینے لوگ فقیروں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تاکہ بھولے بھالے لوگوں کو ان سے پھانسا جاسکے۔ مَردوں کا کام روشنی اور گرمی پہنچانا ہے جس سے روح کو راحت ملے اور کمینوں کا کام دھوکہ دینا ہے۔ وہ جعلی فقیری یا نبوت کا روپ دھار لیتے ہیں اور مسیلمہ کذاب کو احمد کا لقب دیتے ہیں۔ مسیلمہ کا لقب کذاب رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صاحبِ عقل کہا گیا۔ ان کے پاس حق کی شراب ہے جس میں خالص مُشک ہے جبکہ دوسری میں گندگی اور عذاب۔ اصل فقیر ہمیشہ شریعتِ محمدیؐ کا پابند ہوتا ہے کیونکہ شریعت کی پابندی کے بغیر فقیری عین مکاری ہے۔ (مثنوی)

اس کو داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

- صوفیا (مرشد) کی تین اقسام ہیں:

(1) صوفی (مرشد کامل): وہ ہے جو سلوک کی منازل طے کر کے پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہو، فنا فی اللہ بقا باللہ ہو اور ماسوی اللہ سے آزاد ہو (ایسے ہی فقیر پر تلقین و ارشاد فرض ہوتا ہے)۔

(2) متصوف (مرشد ناقص): وہ ہے جو تصوف و طریقت کا بخوبی علم رکھتا ہو۔ منازلِ سلوک سے واقفیت رکھتا ہو (کتبِ صوفیا کے مطالعہ سے ان امور سے واقف ہو گیا ہو) لیکن درجہ تکمیل تک رسائی حاصل نہ کر سکا ہو (طلبِ ناقص کی وجہ سے)۔

(3) مستصوف (جعلی پیر): وہ ہے جس نے دنیا اکٹھی کرنے اور مال و دولت سمیٹنے کے لیے صوفیا (مرشد کامل) جیسا حلیہ بنا رکھا ہو لیکن حقیقتاً تصوف و طریقت کی راہوں سے ناواقف ہو۔ وہ محض ہوس کا غلام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اِن شیطانوں سے مخلوق کو بچائے۔ اب تو اخبارات و رسائل میں ان کے باقاعدہ اشتہارات شائع ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ اِن اشتہارات میں ہر عامل کامل ہونے کا دعویدار ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ سارے جہان کا درد اس کے سینے میں ہے اور اسی درد کی وجہ سے یورپ اور امریکہ کو چھوڑ کر آپ کے شہر میں ایک چھوٹی سی کٹیا میں آبسا ہے۔ کچھ نے تو ہمالیہ کے پہاڑوں میں کم از کم چالیس سال چلّہ کشی کی ہوتی ہے۔ یہ سب ''عامل باوے'' اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اِن کو کسی مرشدِ کامل سے فیض ضرور ملا ہے اور اِن میں اکثر و بیشتر اپنا تعلق قادری سلسلہ سے ظاہر کرتے ہیں۔ اے کاش یہ لوگ ''قادری'' کی عظمت کو جان سکتے تو ایسا نہ کرتے۔ پھر یہ ہر کام کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، جنات و مؤکل اِن کے غلام ہیں اور ان کے کہنے پر وہ ہر کام کر دیتے ہیں۔ حضرات ذرا غور کیجیے کیا انسان جنات و مؤکلات سے افضل نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق نہیں ہے کہ جن و مؤکلات اس کے کارخانۂ قدرت میں دخل دیں؟ یہ لوگ کمزور ایمان والے لوگوں کو لوٹتے ہیں اور اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ ان کی اقسام تو بہت ہیں لیکن ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- بہت سے لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو نہ پیر اور مرشد ہیں اور نہ انہیں اس کے متعلق کچھ علم

ہے۔ وہ بس پیسہ کمانے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سادہ لوح لوگوں سے پیسہ بٹورنے کے لیے پیری کو بطور پیشہ اختیار کر لیتے ہیں اور اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے نئے سے نیا کرتب کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں بعض وہ بے مرشد اور رجعت خوردہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو چلّہ کشی و ریاضت کی راہ تو اختیار کر لیتے ہیں لیکن پھر شیطانی استدراج میں آ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ بعض کے مرشد ناقص ہوتے ہیں جو شروع سے ہی اپنے طالب کا رجحان دنیا کی طرف کر دیتے ہیں پھر خود بھی دنیا سے کھیلتے ہیں اور ان کے مرید بھی۔ یہ لوگ اپنی شہرت کے لیے یوں اشتہار بازی کرتے ہیں:
صرف ایک رات کے عمل سے ہر مسئلے کا حل، جو چاہو سو پوچھو، سنگدل محبوب آپ کے قدموں میں، ستاروں کی چال کے ماہر، علمِ نجوم کے بے تاج بادشاہ، بنگال کے کالے جادو کے ماہر، افریقہ کے کالے جادو کے ماہر، شوہر کو راہِ راست پر لائیں، پانچ لاکھ نقد انعام اس عالم کو جو میرے کیے علم کی کاٹ کرے، کالے و سفلی علم کی کاٹ پلٹ کے ماہر جناب عامل نجومی فلاں فلاں۔

ایسے ہی بدبخت لوگوں کی وجہ سے لوگ راہِ فقر و طریقت اور تصوف سے کترانے لگے ہیں۔ ان کم بختوں نے صرف دولت کو مقصدِ حیات بنا لیا ہے اور اس مقصد کے لیے یہ عوام الناس کو ہر طرح سے بے وقوف بنا رہے ہیں حتیٰ کہ کئی تو اپنا نام بھی ہندوانہ رکھ لیتے ہیں۔ آئے دِن اخبارات اور رسائل میں ان کے نئے جال کے اشتہار چھپے ہوتے ہیں اور اپنی نام نہاد شعبدہ بازیوں کو کرامات کا نام دے کر اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ان پر فرض کر دیا گیا ہے۔ اس کی مثال ان کے اشتہارات کے ساتھ چھپنے والے ''کھلے خط'' ہوتے ہیں جن کا ایک ہی انداز ہوتا ہے:

''میں بہت پریشان تھا، مرنے والا تھا، ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے جب فلاں عامل باوے سے رابطہ کیا تو میری تمام پریشانیاں دور ہو گئیں۔''

اگر قارئین ذرا سی توجہ سے کام لیں تو یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ ایک ہی اخبار میں ایک ہی خط بغیر زیر زبر تبدیل کیے صرف نام کی تبدیلی کے ساتھ مختلف عاملوں کے بارے میں چھپا ہوتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ کفرِ عظیم اور شرک میں مبتلا ہوتے ہیں کیونکہ جب یہ کہتے ہیں ''ہر طرف سے

مایوس ہو کر میں نے فلاں باوے سے رابطہ کیا تو میرے مسئلے حل ہو گئے'' تو گویا یہ نادان یہاں پر اللہ پاک کی ذات کی بھی نفی کر گئے (نعوذ باللہ) کہ خدا سے بھی نا امیدی تھی مگر عامل باوے نے کام کر دیا۔ان ناعاقبت اندیش مال وزر کے پجاریوں نے تو اولیا اللہ کی درگاہوں اور مزارات کو بھی نہیں بخشا بلکہ ان بابرکت جگہوں کو اپنی شکار گاہیں بنالیا ہے جہاں بیٹھ کر یہ انسانیت کا شکار کرتے ہیں اور اللہ کے ولیوں سے عوام الناس کو بدظن کرتے ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو حدِ شریعت میں رہ کر لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے۔ یہ کسی ولی اللہ کے مزار کو شکار گاہ بناتا ہے مثلاً ایک شخص جو بظاہر شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا نظر آتا ہے آنکھیں بند کیے، آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے اور لوگ اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں جبکہ دو چیلے لوگوں کو پیچھے ہٹنے کی درخواست کر رہے ہیں تاکہ حضرت صاحب کے ''مؤکل'' بیٹھ سکیں۔ کچھ دیر کے بعد ''حضرت صاحب'' دائیں بائیں سر جھٹک کر آنکھیں کھول دیتے ہیں اور سامنے بیٹھے شخص سے کہتے ہیں ''عرض کرو ہر سوال کا جواب ملے گا۔'' اس پر ایک عجیب سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر سوال کے جواب میں ''حضرت صاحب'' اپنے مؤکلوں سے گفتگو کرتے ہیں جبکہ حاضرین آنکھیں پھاڑے مؤکلوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ شاید انہیں بھی کچھ نظر آجائے۔اس کے بعد ہر سوال کے جواب میں تقریباً یہی کہا جاتا ہے کہ تم پر تمہارے فلاں رشتہ دار نے عمل کیا ہے، تم پر تمہارے فلاں پڑوسی نے عمل کیا ہے۔ بالآخر یہ طے پاتا ہے کہ آپ حضرت صاحب کے آستانے پر تشریف لائیں اور اپنی جیب کا کام تمام کروائیں۔

اب ان پیروں کی ایک نئی قسم پیدا ہو گئی ہے۔انہوں نے بھی اولیا کرام کے مزارات کو شکار پھانسنے کا اڈہ بنایا ہوا ہے۔ جمعرات یا جمعہ کو یہ اپنے چند چیلوں کے ساتھ مزار پر پہنچ کر ایک جگہ اپنے مریدوں کے درمیان بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے مرید لوگوں کو اپنے پیر کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اِن پیروں میں سے کچھ کشف القلوب کے ماہر ہوتے ہیں اور انسان کے دِل میں جو پریشانی ہوتی ہے اس کو بتا دیتے ہیں۔اس طرح وہ پریشان انسان ان کا مطیع ہو کر اِن کے جال

میں پھنس جاتا ہے۔

- کچھ پیر اپنے مریدوں کے ساتھ کسی جگہ اکٹھا ہو کر اسمِ ذات یا کوئی دوسرا ذکر بڑے زور زور سے کرنے لگتے ہیں۔ ان کے ذکر کی طرف متوجہ ہو کر لوگ ان کے گرد اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے ذکر کرتے کرتے کوئی حال میں آ کر لوٹ پوٹ ہونے لگتا ہے۔ لوگ اس ڈرامہ سے متاثر ہو کر اِن کے پھندہ میں پھنس جاتے ہیں حالانکہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اولیا کرام نے تنہائی میں ذکرِ اللہ کا اہتمام کیا ہے اور یہ تو طریقت ہے شریعت میں بھی نفلی عبادات تنہائی میں یا چھپا کر کرنے کی تاکید ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔'' صحابہؓ نے پوچھا ''حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیسے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''سنتیں اور نوافل گھر میں ادا کیا کرو۔''

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جب تو کسی ایسے فقیر کو دیکھے جو زہد و تقویٰ، ریاضت، چلہ کشی اور عبادات میں تو بہت محنت کرتا ہے مگر باطن سے بے خبر ہے تو سمجھ لو کہ وہ گمراہی کے بیابان میں بھٹک رہا ہے۔ اس کی عاقبت دھوکہ بازوں جیسی ہے۔ (عین الفقر)

ان حالات میں یہ کہنا آسان ہے کہ اس زمانہ میں مرشدِ کامل نہیں ملتا لیکن یہ کہنا بھی مشکل نہیں کہ اس زمانے میں مریدِ صادق بھی آسانی سے نہیں ملتا۔ مریدین بے شک بہت ہیں مگر وہ اپنے پیروں کے پاس زیادہ تر دعاؤں اور تعویذوں کے لیے جاتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے، اِن دنیوی کاموں کے لیے کسی مردِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا جاتا۔ مرشد کامل کی ضرورت باطنی اصلاح، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلّیہ روح کے لیے ہوتی ہے۔ مرشدِ کامل مریدِ صادق کو منزل بہ منزل فقر کی راہ سے گزارتا ہے اور آخر کار قربِ الٰہی تک پہنچا تا ہے۔

آج کے دور کے برعکس ماضی میں ہر انسان مرشد کی تلاش میں رہتا تھا تا کہ اُس کی تربیت اور غلامی سے اللہ کا قرب اور معرفتِ الٰہی حاصل کر سکے پھر اس کی مجلس میں پہنچ کر تلقین وارشاد

سے معرفتِ الٰہی اور قربِ الٰہی حاصل کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں مادیت پرستی بڑھتی چلی گئی، خواہشاتِ دنیا نے انہیں گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی خواہش گھٹتی چلی گئی۔ اِن حالات کو دیکھ کر مرشد کامل اکمل (انسانِ کامل) نے اپنے آپ کو دنیا سے چھپالیا۔ جب میدان خالی ہو گیا تو جعلی پیر اور ٹھگ گدیوں پر بیٹھ گئے اور تعویذ گنڈوں کا کام شروع کر دیا۔ نجومی، پامسٹ اور عامل بھی خود کو پیر اور مرشد کہلوانے لگے، قرآنی اور طلائی الواح لوگوں کے مقدر سنوارنے کے لیے فروخت ہونے لگیں حالانکہ ان علوم کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ اب تو خواتین بھی اس میدان میں اپنا سکہ جما چکی ہیں۔ یوں چالاک، مکار اور عیار لوگوں نے شعبدہ بازی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا اور پیری مریدی کا کاروبار ٹھیک ٹھاک اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ لوگ دنیاوی معاملات میں بہتری اور مسائل کے حل کے لیے اِن کے پاس جانے لگے۔ کہیں کاروبار اور مال میں اضافہ کے تعویذات اور عملیات بکنے لگے، کہیں بانڈ اور سٹہ بازی کے نمبر بتانے کا کاروبار چل نکلا، کہیں ساس بہو، نند بھاوج کے جھگڑے ختم کرنے اور اولاد دینے (نعوذ باللہ) کی دکانیں کھل گئیں، کہیں پر جادو چلانے اور جادو کا وار روکنے کا سفلی کام ہونے لگا اور کہیں حکومت اور اقتدار میں آنے اور رہنے کے عملیات اور تعویذات کی دکانیں کھل گئیں۔ لوگ ان جعلی پیروں کی مجلسوں میں اپنی خواہشاتِ نفس اور مسائل کے حل کے لیے جانے لگے اور پھر جب انہوں نے ان جعلی پیروں کے طرزِ عمل پر غور کیا تو ان کے قول و فعل میں خیانت اور تضاد کو ملاحظہ کیا، ان کی زبان پر جھوٹ اور غیبت کو دیکھا، ان کے حجروں میں خواتین کے ہجوم دیکھے، ان کی آنکھوں میں شہوانیت کو دیکھا، ناجائز طریقوں اور فریب سازی سے لوگوں سے مال بٹورتے دیکھا، سیدھے سادے مردوں اور بھولی بھالی عورتوں کو ان کے جال میں پھنستے دیکھا تو کچھ کم عقل لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ صوفیا کرام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو مرشد کامل کی صحبت ہی نصیب نہ ہوئی اور اگر نصیب بھی ہوئی تو وہ لوگ کرامات کے منتظر رہے یا پھر خواہشاتِ دنیا و نفس کی تکمیل نہ ہونے پر وہاں ٹِک نہ سکے اور اُن سے بھی بدظن ہو گئے، آخر کار ان لوگوں نے بھی انہی جعلی پیروں کی پیروی

اور اقتدا کی جن کو خود نفسانی خواہشات نے ہلاک کر دیا تھا۔

سلطان الفقر دوم حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے:

✿ اِنَّ صُحْبَةَ الْاَشْرَارِ تُوْرِثُ سُوْءَ الظَّنِّ بِالْاَخْيَارِ

ترجمہ: بیشک برے لوگوں (جعلی وناقص پیروں) کی صحبت نیک لوگوں (اولیا، مرشد کامل) کے متعلق بھی بدگمانی پیدا کر دیتی ہے۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ ان جعل سازوں کی پیروی نہ کرتے اور اپنی خواہشاتِ نفس کو لعنت ملامت کرتے لیکن انہوں نے الٹا اولیا اللہ کی صفات اور روحانی راہ (روحانیت) کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ روحانیت کی راہ سے ہی بدظن ہو گئے۔ جب لوگوں نے روحانیت اور باطن کی راہ کو چھوڑ دیا تو پھر ''ظاہر'' ہی پاس رہ گیا۔ ظاہر پر توجہ بڑھتی گئی اور ظاہر پر توجہ کی شدت نے فرقہ پرستی اور مسلک پرستی کو جنم دیا اور یوں روح سے خالی یہ اجسام ایک دوسرے کا خون مذہبِ اسلام کے نام پر بہانے لگے۔ جب مٹی کے یہ بت (عنصری اجسام) روح سے خالی ہو گئے تو غیروں نے بھی ان کو اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا کیونکہ:

✤ تنِ بے روح سے بے زار ہے حق
خدائے زندہ! زندوں کا خدا ہے (بالِ جبریل)

سجادہ نشینی یا گدی نشینی: مسلمانوں میں جب سیاسی خلافت قابلیت دیکھے بغیر اولاد کو دی جانے لگی تو دنیا ہاتھ سے گئی اور اسی طرح جب روحانی جانشین حقدار کی بجائے اولاد سے منتخب ہونے لگے تو دین بھی گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولاد میں ولایت وفقر کے حقدار نہیں ہوتے۔ ہوتے ہیں، ضرور ہوتے ہیں اور بعض اوقات عام لوگوں سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں لیکن آج کے دور میں تو اکثر نااہلوں کو ہی گدی نشین دیکھا ہے۔ بعض مسند نشین آپ کو ایسے ملیں گے جن کو اس راہ کا پتہ تک نہیں۔ البتہ ان کی خوش بختی کہہ لیجیے کہ انہوں نے ایسے خاندان اور

گھرانوں میں جنم لیا ہوتا ہے جن کے آباؤ اجداد میں کوئی بزرگ ولی گزرا ہوتا ہے جس کی مسند انہیں وراثت میں مل جاتی ہے اور مرید بھی وراثت میں مل جاتے ہیں اور صدیوں تک یہ سلسلۂ جانشینی قابلیت کا تعین کیے بغیر اس وقت تک چلتا رہتا ہے جب تک گدی پر کوئی دوسرا قبضہ نہیں کر لیتا۔ اصل میں انگریزوں کے دور سے قبل تک تو یہ بات بالکل درست تھی کہ سجادہ نشین یا گدی نشین عام طور پر اہلِ مزار کا روحانی اور باطنی نائب یا جانشین ہی ہوا کرتا تھا لیکن انگریزوں نے مسلمانوں کے اس عظیم خانقاہی نظام کو تباہ کرنے کے لیے اس کو وراثت میں شامل کر دیا۔ اب قانونِ وراثت کے تحت دوسری جائیداد کی طرح گدی یا سجادہ نشینی بھی اولاد کو بطور وراثت ملتی ہے خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ اگر اہلِ مزار اپنے وصال سے قبل اپنے حقیقی روحانی و باطنی جانشین کو گدی نشین مقرر کر بھی دے تو عدالت کے ذریعہ چند ماہ کے اندر اندر اسے بے دخل کر دیا جائے گا اور گدی یا سجادہ نشینی اولاد کو بطور وراثت منتقل ہو جائے گی۔ مزار کی سجادگی کے ساتھ ساتھ چونکہ مزار کی زمین اور چندے کی آمدنی وغیرہ کا معاملہ بھی ہوتا ہے اس لیے یہ وراثت میں شامل ہو گئی ہے۔ عدالتوں کے اندر گدی یا سجادہ نشینی کی جنگ اکثر لوگوں نے دیکھی ہوگی یا اخبارات میں پڑھی ہوگی۔ اب تو اس کے حصول کے لیے قتل و غارت گری تک نوبت آ گئی ہے کیونکہ اب تو گدی کی وجہ سے سیاست میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن (بالِ جبریل)

شاہینوں (یعنی فقرا و اولیا) کے نشیمن جو لوگوں کے قلوب میں ایمان کی شمع روشن کرتے تھے اب زاغوں (کوے یعنی جعلی پیروں اور گدی نشینوں) کے قبضے میں ہیں۔ ان کا مقصد صرف مال اکٹھا کرنا ہے کیونکہ تلقین و ارشاد کی مسند انہیں قابلیت کے بل پر نہیں بلکہ وراثت میں ملی ہے۔

قُم بِاِذْنِ اللہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (بالِ جبریل)

قُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت ہے، آپؑ یہ کہہ کر مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مُردہ قلوب کو زندہ کرنے والے چلے گئے۔ اب تو ان خانقاہوں میں اپنے اسلاف کی ہڈیاں بیچنے والے مجاور بیٹھے ہیں یا مردے دفن کرنے والے گورکن۔

ہم قارئین سے یہ سوال کرتے ہیں کہ سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائیؒ، حضرت لال شہباز قلندرؒ، حضرت سیّد عبد اللطیف شاہؒ المعروف بری امام، حضرت شاہ شمس تبریزؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ، حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ، حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہؒ، حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ، سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ اور دیگر تمام اولیا جو گزرے ہیں، کون سے مزار کے گدی یا سجادہ نشین تھے؟ انہوں نے تو اپنی دنیا خود پیدا کی:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تو اصل فقیر وہ ہے جو آزاد ہے یعنی کسی خانقاہ یا مزار کا محتاج نہیں ہے بلکہ چل پھر کر فیض تقسیم کرتا ہے۔ اس فقیر نے پورے پاکستان کا سفر کیا ہے اور یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک پیر کی اولاد کو لوگ سات سات نسلوں سے پوجتے چلے آرہے ہیں حالانکہ اولاد کو طریقت کی ہوا تک نہیں لگی۔ بس تصوف کے چند اسباق یاد ہیں جس سے وہ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور خلافِ شریعت کام بھی کھلے عام کرتے ہیں لیکن لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ انہی مریدوں کے نذرانوں سے یہ نام نہاد پیر گرمیاں یورپ اور امریکہ میں گزارتے ہیں اور علاج بھی وہیں سے کراتے ہیں، سیاست کا کھیل کھیلتے ہیں اور اس سے مزید مال بناتے اور عزّ و جاہ حاصل کرتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا۔ ان لوگوں کی مثالوں سے بھی طریقت کے مخالفین نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

تصوف سے منسوب کی جانے والی بعض بدعات

راہِ فقر یا تصوف سے بہت سی ایسی بدعات غلط طور پر منسوب کر دی گئی ہیں جن کو عام لوگوں نے ولایت کی علامت سمجھ لیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے اور چند ایک بطور خاص درج کی جا رہی ہیں:

شریعت کی کسی مخالفت کو اپنے فقر کا نشان بتلانا: آپ کو کئی جگہوں پر عجیب حلیے والے ایسے بابا جی بیٹھے ملیں گے جو ہاتھوں، پیروں اور گلے میں منکے اور مالائیں ڈال کر یا کوئی اور انداز اپنا کر ملنگ کا لقب اختیار کیے ہوں گے۔ ان میں سے بعض کے پاس کچھ ایسے استدراجی اعمال ہونگے جن کے اثرات لوگوں پر ظاہر ہونے سے وہ ان کے عقیدت مند ہو گئے۔ حقیقت میں یہ سب عملیات کے کرشمے ہیں جن کا تصوف وروحانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ شریعت کی مخالفت کھلے عام کرتے ہیں مثلاً کلین شیو ہونا، ننگ دھڑنگ رہنا، بھنگ افیم پینا یا خواتین سے کھلے عام ملنا وغیرہ وغیرہ۔ لوگ ان کے اس خلافِ شریعت انداز کو اس تاویل کے سائے میں جگہ دیتے ہیں کہ فقر میں بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جن میں ظاہری شریعت کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ وہ بدعات ہیں جو سرے سے ایمان کو ہی ختم کر دیتی ہیں۔ یاد رہے پیغمبر علیہ السلام کی شریعت سے جو گروہ روگردانی کرتا ہے اُسے اللہ کی امداد اور نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

خلافِ پیغمبرؐ کسے راہ گزید
ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

ترجمہ: جس نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔

تعویذات کے ذریعہ رام کرنا: لوگ تعویذوں اور کالے جادو کے جوڑ توڑ میں بھی خاصی دلچسپی لیتے ہیں۔ اپنی ضرورت کے تحت لوگوں کو رام کر کے اپنی غلامی میں لانا یا کسی دشمن کو اس کے عزیزوں سے توڑنے کے لیے عمل کرنا اور ان کے پتلے بنا کر ان میں سویاں لگانا وغیرہ۔ یہ وہ سفلی عمل ہیں جو خالص شیطانی کام ہیں لیکن شیطان اس حرام عمل کو بھی کوئی اچھا عنوان دے کر انسان کو اس عمل پر اکسائے گا۔ سو ایسے شیطانی کاموں کو اچھی نیت مہیا کرنا خود ایک بدعت ہے۔ بدعتی پیروں کے گرد گمراہ مریدوں کا ایک گھیرا بنا ہوتا ہے، انہوں نے عوام میں اپنا کاروبار چلانے کے لیے اپنے کچھ چیلے رکھے ہوتے ہیں جو ان پیروں کی کرامات کے قصے لوگوں کو سناتے ہیں۔ ان کی جو بات عوام میں مقبول اور مشہور ہوگئی پھر وہ ان کے حق میں ایک وحی قطعی ہو جاتی ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ قرآنِ کریم نے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ۔102)

ترجمہ: سو یہ کفر پسند کرنے والے سیکھتے ہیں ہاروت ماروت سے وہ عمل جس سے وہ جدائی ڈالتے ہیں خاوند اور اسکی بیوی کے درمیان۔ اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر اللہ کے اِذن کے۔

لوگوں کو غور کرنا چاہیے کہ ایسے حرام عمل کرنے والے لوگوں کا فقر و تصوف یا اولیا اللہ سے کیسے کوئی واسطہ ہو سکتا ہے؟ ان لوگوں اور ان کے بداعمال کو فقر و تصوف سے منسوب کرنا پرلے درجے کی حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ فقرا و اولیا امت کا پاکیزہ ترین اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا اوّلین گروہ ہیں جبکہ یہ لوگ تو بنیادی ایمان سے بھی محروم ہیں۔

جنات سے جوئے اور سفلی کھیلوں، لاٹری یا بانڈ کے نمبر معلوم کرنا: نفسانی و سفلی اغراض میں کھوئے یہ لوگ اپنے شیطانی ذرائع سے جان لیتے ہیں کہ فلاں جوئے، لاٹری یا

بانڈ کی قرعہ اندازی میں فلاں فلاں نمبر نکلنے والا ہے اور کبھی جنات کی بجائے عملیاتِ علم الاعداد اور علمِ جفر سے بھی یہ کام سرانجام دیئے جاتے ہیں، اسکی راہیں یہ عامل ہی جانتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کے علم کے مطابق پتہ چلنے والا نمبر درست ہو لیکن کبھی ان کا اندازہ درست بھی نکل آتا ہے۔ محنت اور حلال کی روزی کمانے کی بجائے لاٹریوں اور بانڈوں سے پیسے بنانے والے لوگ ان دھوکہ بازوں کے ہاتھ خوب لٹتے ہیں اور ان کی نوسر بازی کو ان کی کرامت سمجھ کر انہیں اپنا پیر ماننے لگتے ہیں۔ ان لوگوں کی حرکتوں سے ان حلقوں میں اتنا شرک پھیلتا ہے اور اتنی بدعات فروغ پاتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

خلافت کی عام تقسیم: کسی کو اپنا خلیفہ بنانا درحقیقت اسے اپنی نیابت پر لانا ہے اور یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ جس کو خلافت دی جارہی ہے اگر وہ اس منصب کا اہل ہے تو یہ نیکی بھی ہے اور ارشاد کا دائرہ عمل بھی۔ اور نااہل کو منصبِ خلافت پر لانا بدی بھی ہے اور فتنہ کا آغاز بھی۔ صوفیا کرام کے ہاں خلافت صرف اُس کے اہل لوگوں کو دی جاتی ہے۔ صوفیا کرام نے کبھی کسی کو خلافت اس لیے نہیں دی کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں اپنے شیخ کے گیت گاتے رہیں اور لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اسکے قدموں پر لاتے رہیں اور اس کے لیے مال و دولت اکٹھی کرتے رہیں یا دوسرے مشائخ کے حلقہ اثر کو گھٹانے یا مٹانے کے لیے محنت کرتے رہیں۔ جو پیر محض اپنے حلقہ اثر کو بڑھانے کے لیے خلافتوں کی عام تقسیم کرتا ہے وہ اس سلسلے میں بدعت کو جنم دیتا ہے اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس سے شریعت اور طریقت دونوں کی بدنامی ہوتی ہے۔

خلافت کا اولاد میں چلنا: خلافت اگر اہل حضرات کو ملے تو قطع نظر اس کے کہ وہ اولاد ہے یا نہیں اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ لیکن محض اس لیے کہ یہ سلسلہ خاندان سے باہر نہ جانے پائے اور اس گدی پر غیر خاندان کا کوئی فرد نہ آنے پائے، اپنی اولاد کو جانشینی کا منصب دینا طریقت میں بڑی بدعت ہے۔ انبیا کرام کے سلسلہ میں وہی لوگ آگے آئے جو اس کے اہل تھے اور جو نااہل تھے انہیں کبھی یہ منصب نہیں دیا گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نااہل افراد کو محض خاندانی

نسبت پر خلافت دینا انبیا اور حقیقی اولیا کا طریقہ نہیں بلکہ طریقت میں ایک بدعت ہے۔
نقشبندی سلسلہ کے مورثِ اعلیٰ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابو بکرؓ کی اولاد میں سے نہ تھے۔
سروری قادری، چشتی اور سہروردی سلاسل کے مورثِ اعلیٰ حضرت امام حسن بصریؒ حضرت علی مرتضیٰؓ کے خاندان میں سے نہ تھے۔ جس طرح خلافتِ ظاہرہ اپنے دائرہ رُشد میں کسی نسبی امتیاز سے نہ چلی بلکہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اپنی اہلیت و قابلیت پر منصبِ خلافت پر آئے اسی طرح خلافتِ باطنہ بھی پہلے ادوار میں حسب و نسب پر نہیں اہلیت پر چلتی رہی۔ کسی کو مقامِ ولایت نصیب ہو جائے تو اس کا معنی یہ تو نہیں کہ اب اس کا بیٹا اور پوتا بھی (جو اہل نہ ہو) ولی بن ولی کہلائے اور منصبِ ولایت کا حقدار ہو جائے۔

سلسلہ چشتیہ کے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے جانشین خواجہ بختیار کاکیؒ انکے صاحبزادے نہ تھے، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے جانشین بابا فرید گنج شکرؒ ان کے صاحبزادے نہ تھے اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے جانشین حضرت نظام الدین اولیاؒ ان کے صاحبزادے نہ تھے۔
سلسلہ سروری قادری میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد امانت جس ترتیب سے آگے منتقل ہوئی اس میں بھی نسب کا دخل نہیں ہے۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ مدینہ شریف سے آئے تھے اور امانتِ الٰہیہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی، اُن سے حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاصل کی، اُن سے حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ نے حاصل کی اور اُن سے سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے حاصل کی۔ اِن سب میں نسبی طور پر کوئی رشتہ نہیں تھا۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند تھے لیکن امانت کے اصل حقدار اور ازل سے منتخب شدہ تھے اور اگر امانت نسب کی وجہ سے ملنا ہوتی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کو ملتی۔

شیخ کے انتقال کے بعد اسی خاندان میں لوگوں کو زبردستی رکھنا: شیخ اور مرید کے درمیان نسبت کا پایا جانا بہت اہم ہے۔ نسبت کے پائے جانے سے فیض بہت ملتا ہے اور روحانی ترقی بھی ہوتی ہے لیکن شیخ کے انتقال کے بعد اس کے مریدوں کو زبردستی یا ترغیب دے دے کر اسکی اولاد یا اس کے کسی خلیفہ سے بیعت کرنے کے لیے مجبور کرنا تاکہ مریدین اسی خاندان میں رہیں اور انہیں کوئی دوسرا نہ اچک لے یہ بدعت ہے۔ اگر شیخ کے انتقال کے بعد اس کا جانشین کامل ہے تو وہ ہرگز اس کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ پھر مریدین خود بخود اس سے نسبت قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر ناقص ہے تو اس کی کوشش یہی ہوگی کہ تمام مریدین اسی کے حلقہ اثر میں رہیں اور اس کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرے گا۔

مرشدِ ناقص سے اجتناب کی ہدایت

ہم نے ناقص مرشد اور جعلی پیروں کے بارے میں ہر بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور تمام سلاسل کے مشائخ کرام نے بھی ان لوگوں سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ جس طرح ایک مسلمان اپنے افعالِ قبیحہ کی وجہ سے دینِ اسلام کی نمائندگی نہیں کر سکتا اسی طرح ایک جعلی پیر اپنی بدکرداری کی وجہ سے تصوف یا فقر کا نمائندہ نہیں بن سکتا۔ شریعت میں یہ جائز نہیں کہ ایک پڑوسی کے ظلم کی وجہ سے دوسرے پڑوسی سے مواخذہ کیا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ مسلمانوں کے چند گروہوں کی بدکرداریوں کا الزام پاکیزہ دینِ اسلام پر لگا دیا جائے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ بعض جعلی پیروں کی حرکات کو نیک طینت اور پاکیزہ سیرت صوفیا کرام کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

شیخ احمد زروقؒ فرماتے ہیں ''جعلی پیر اہلِ ہوا ہیں۔ ان کے اقوال کو رَد کیا جائے اور اِن کے افعال سے اجتناب کیا جائے لیکن تصوف کے حلقہ میں اِن کے داخل ہونے کی وجہ سے اہلِ حق کو

ترک نہیں کیا جا سکتا۔'' اچھے بُرے لوگ ہر شعبہ میں موجود ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جس طرح تمام علما، فقہا، مدرسین، قاضی، تاجر، امرا اور حکمران برابر نہیں ہیں اسی طرح صوفیا بھی ایک جیسے نہیں۔ علما میں بھی دو طبقے ہیں علمائے سو اور علمائے حق۔ اب علمائے سو کی وجہ سے ہم علمائے حق کا انکار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح صوفیا میں بھی بعض اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں، بعض متوسط مراتب کے حامل ہیں اور بعض جعلی پیر بھی صوفی ہونے کے دعویدار ہیں۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ اسے ہر خاص و عام جانتا ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے حق کو پہچانے تا کہ اہلِ حق کو پہچان سکے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ تو طالب کے لیے معیار یہ رکھتے ہیں کہ اُس کی طلب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور کامل مرشد کے لیے معیار یہ ہے کہ وہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات ہو اور طالب کو پہلے دِن ہی سلطان الاذکار ھُو اور اسمِ اللّٰہ ذات کا تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ عطا کر کے اُسے انتہا تک پہنچا دے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- پس معلوم ہوا کہ مرد مرشد سے تعلیم و تلقین حاصل کرنا ہی بہتر ہے اور نامرد زن سیرت مرشد کو تین طلاق دے دینی چاہیے۔ مرد مرشد کامل اور نامرد مرشد ناقص کی پہچان کیسے ممکن ہے؟ مرشد کامل اپنی توجہ اور مشقِ وجودیہ اسمِ اللّٰہ ذات سے طالب کو یکبارگی حضوری تک پہنچا دیتا ہے جبکہ نامرد مرشد آج اور کل کے جھوٹے وعدوں پر ٹالتا رہتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پنجابی ابیات میں فرماتے ہیں:

آپ نہ طالب ہین کہیں دے، لوکاں نُوں طالب کر دے ھُو

چانون کھیپاں کر دے سیپاں، قہر اللّٰہ توں ناہیں ڈر دے ھُو

عشق مجازی تلکن بازی، پَیر اَولّے دَھر دے ھُو

اوہ شرمندے ہوسن باھُوؒ، اندر روز حشر دے ھُو

مرشد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ خود کسی کامل مرشد سے تلقین و ارشاد حاصل کرے اور پھر خود

کامل ہونے کے بعد تلقین وارشاد کی مسند سنبھالے۔ اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ مرشدانِ ناقص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نہ خود طالبِ مولیٰ بن سکے، نہ راہِ فقر پر چل سکے نہ ہی کسی کامل مرشد سے بیعت ہوئے اور نہ ہی انہیں تلقین وارشاد کی اجازت حاصل ہے بلکہ بعض ناقص مرشد تو ''پدرم سلطان بود'' کی خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں اور تلقین وارشاد کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دیہاتی دکانداروں کی طرح دوسروں کو معاوضہ کے بدلے معرفت اور خلافت عطا کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں سے تلقین وارشاد لینا حرام ہے۔ یہ لوگ عشقِ مجازی کے پھسل جانے والے خوفناک کھیل میں مبتلا ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تنبیہہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دِن یہ لوگ شرمندہ وخوار ہوں گے۔

پیر ملیاں جے پِیڑ ناں جاوے، اُس نُوں پیر کی دَھرناں ھُو
مُرشد مِلیاں اِرشاد نہ مَن نُوں، اوہ مرشد کی کرناں ھُو
جس ہادی کولوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کی پھڑناں ھُو
جے سر دِتیاں حق حاصل ہووے باھُوؒ، اُس موتوں کی ڈرناں ھُو

اگر کسی مرشد کے دستِ بیعت ہونے کے بعد بھی طالبِ صادق کو اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب نہ ہو اور ہجر کا درد تڑپاتا رہے تو ایسے ناقص مرشد کو مرشد تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دینا چاہیے۔ جس مرشد سے دِل کو رُشد وہدایت حاصل نہ ہو اور من کو سکون نہ ملے تو ایسے مرشد کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے اور جس ہادی (مرشد) سے ہدایت اور صراطِ مستقیم حاصل نہ ہو اس کی بیعت اور پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر ایسا مرشد کامل مل جائے جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر پہنچا دے جہاں سر قربان کر کے دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے تو ایسی موت سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- مرشد کامل قلب (دل) کی مانند ہوتا ہے اور مرشد ناقص کلب (کتے) کی مانند ہوتا ہے۔

(مجالستہ النبیؐ خورد)

علامہ اقبالؒ جہاں مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر فقر کے راز تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی، وہیں وہ روایتی ملاؤں، جعلی پیروں، نا اہل گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں سے دور رہنے کی بھی تلقین کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس گفتگو اور قیل و قال کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ آپؒ کی تعلیمات کے مطابق ان صیادوں کے پھندوں سے بچنا چاہیے ورنہ دینِ حق تو دور کی بات اگر طالب کو اِن سے کچھ نہ ملے یا ناکامی ملے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ آپؒ موجودہ دور کے مدرسہ اور خانقاہی نظام دونوں سے مایوس نظر آتے ہیں۔

- اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
  نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (بالِ جبریل)
- گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
  کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (بالِ جبریل)
- مکتبوں میں کہیں رعنائیِ افکار بھی ہے؟
  خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے؟ (بالِ جبریل)
- باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
  اے کشتۂ سلطانی و مُلّائی و پیری (ارمغانِ حجاز)
- جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
  بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں (ارمغانِ حجاز)
- خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
  کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سلطانی بھی عیّاری (بالِ جبریل)
- غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں، خدا تری قوم کو بچائے
  بگاڑ کر تیرے مسلمانوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں (بانگِ درا)

ان نا اہل سجادہ نشینوں نے قبروں کی تجارت کر کے یعنی اپنے بزرگوں کے مزاروں سے ان کے نام

پر پیسے اکٹھے کر کے جھوٹی نیک نامی کمالی ہے، ان سے تو یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے کہ مال کمانے کی ہوس میں بت فروشی شروع کر دیں گے۔

ہو نِکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے (بانگِ درا)

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہرؓا (بالِ جبریل)

آپؒ فرماتے ہیں کہ جعلی اور خاندانی پیر اپنے مریدوں سے جو نذرانہ وصول کرتے ہیں وہ دراصل سود ہے۔

نذرانہ نہیں، سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس[1] کے اندر ہے مہاجن (بالِ جبریل)

شریعت کے علمبردار علما کے آپس میں اس قدر اختلافات ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بھی لگا دیتے ہیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر حقیقی فقہا نے خود کو ان سے کنارہ کش کر لیا ہے۔

فقیہِ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دست بدست (ضربِ کلیم)

اب تو فقیہہ، مفتی اور مُلّا بھی صوفی کی طرح بیعت کر کے مرید بنا رہے ہیں۔

سکھا دیئے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقاہی
فقیہِ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب (بالِ جبریل)

یہاں آپؒ صوفی و مُلّا دونوں سے مایوس نظر آتے ہیں۔

صوفی کی طریقت میں فقط مستیِ احوال
مُلّا کی شریعت میں فقط مستیِ گفتار

---

[1] مکاری کا لباس، دھوکے کا بھیس

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار (ضربِ کلیم)

المختصر راہِ فقر میں مرشدِ کامل اکمل کی راہبری لازمی ہے لیکن راہزن مرشد سے بچنا چاہیے۔ جو لوگ قلب میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طلب لے کر نکلتے ہیں وہ ان راہزنوں سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ جس کی طلب میں وہ نکلے ہیں وہی اُن کا حافظ و ناصر ہوتا ہے اور جس کا حافظ اللہ تعالیٰ خود ہو اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

انتخابِ مرشد

مرشد کامل کی ضرورت تسلیم کر لینے کے بعد انتخابِ مرشد میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ مرشد کامل کے باطنی کمالات کا اندازہ تو ایک مبتدی کسی صورت کر ہی نہیں سکتا اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ طالب یا سالک کو انتخابِ مرشد کے وقت ابتدائی طور پر حسبِ ذیل امور پر غور کر لینا کافی ہے:

(۱) اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو اور یہ دیکھے کہ جتنی دیر وہاں بیٹھا کم از کم اُتنی دیر اس کے قلب میں دنیا کے خطرات و وساوس کم آئے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اُس کے دل میں کچھ ذوق شوق بھی پیدا ہوا؟ اُن کے پاس سے اُٹھ آنے کے بعد اُس کے قلب کی حالت خواہ ویسی ہی ہوگئی ہو جیسی کہ معمولاً تھی مگر جتنی دیر وہ وہاں حاضر رہا اس قسم کا خفیف سا بھی تغیر اُس نے اپنے اندر محسوس کیا یا نہیں۔

(۲) معلوم کرے کہ اُن بزرگ کے مریدین یا بعض مریدین کی حالت میں کوئی بہتر تغیر واقع ہوا یا نہیں۔ قبل مرید ہونے کے اُن لوگوں کی کیا حالت تھی اور مرید ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد اُن میں کس قسم کی تبدیلی واقع ہوئی؟

(۳) جتنی دیر تک اُن بزرگ کی خدمت میں بیٹھا ان کی زبان سے بعض الفاظ ایسے بھی نکلے یا

نہیں جو اس کے حسبِ حال ہوں یا جن سے اس کو ہدایت یا تسکین ہوئی ہو یا اس کی کوئی اُلجھن رفع ہوئی ہو یا کوئی عقدہ حل ہوا ہو؟

(۴) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق مرشدِ کامل نہ صرف خود صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات ہو بلکہ بیعت کے فوراً بعد طالب کو ذکرِ ھُو اور تصور اسمِ ذات عطا کرے۔ اگر طالب کے باطن میں ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہ ہو اور اسے تصورِ مرشد حاصل نہ ہو تو وہ مرشدِ کامل نہیں ہے۔ اگر طالب کے باطن میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے لگیں، نظریات اور خیالات میں تبدیلی آنے لگے، اس کا باطن دنیا سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور تصور اسمِ اللہ ذات سے تصورِ مرشد حاصل ہو تو وہ مرشد کامل ہے۔

اگر ان امور میں طالب کی اچھی رائے قائم ہو جائے تو وہ آنکھ بند کر کے اُن بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ کیونکہ پھر جہاں تک اس کی ہدایت واصلاح کا تعلق ہے، اسے اُن سے بہتر کوئی بزرگ دستیاب نہ ہوں گے۔

دوبارہ بیعت یا تجدیدِ بیعت

بیعت کو نکاح سے تشبیہ دی جاتی ہے اور احکامِ بیعت احکامِ نکاح کی ہی طرح ہیں۔ جس طرح شوہر کی حیات میں بیوی کا غیر مرد پر نگاہ ڈالنا منع ہے اسی طرح مرید کو بھی اپنے مرشد (کامل) کی حیاتِ ظاہری میں دوسرے مرشد کی جانب رجوع کرنا حرام ہے۔ مگر مندرجہ ذیل حالات میں دوبارہ بیعت یا تجدید بیعت جائز ہے:

- بیعت کے بعد اگر معلوم ہو جائے کہ مرشد ناقص ہے یا صاحبِ نسبت نہیں اور جو باتیں مرشد کامل اکمل میں ہونا ضروری ہیں وہ اس میں نہیں یا وہ صحیح طور پر مجاز نہیں یعنی طالب نے اللہ تعالیٰ کے قرب ووصال کے لیے بیعت کی لیکن قرب ووِصال حاصل نہ ہو سکا یا اس کا راستہ نہ مل سکا

یا دل کا قفل نہ کھل سکا اور طالب کی باطنی حالت نہ بدلی، جیسا بیعت سے پہلے تھا ویسا ہی رہا تو اسے بیعت توڑنے کا حق حاصل ہے۔ اگر مرشد ناقص ہے اور صاحبِ نسبت نہیں تو بیعت توڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بیعت واقع ہی نہیں ہوئی۔ آج کل کے موروثی سجادہ نشین اور مقدمہ بازی کے ذریعے گدی یا سجادگی حاصل کرنے والے پیر اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ایسے جعلی پیر کی اگر بیعت کر لی جائے تو طریقت کی رو سے بیعت ہوئی ہی نہیں ہے۔

- مرشد کا وصال ہو گیا اور مرید سلوک کی منازل طے نہ کر سکا، اس کا سفر ادھورا رہ گیا اور اس میں اتنی اہلیت بھی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مرشد کے مزار سے فیض حاصل کر سکے تو اس کے لیے دوبارہ بیعت کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض ہے۔
- اگر بچپن اور ناسمجھی کے زمانہ میں بے سوچے سمجھے اپنے والدین یا کسی اور کے ترغیب دلانے پر بیعت کر لی تو اسے ''بیعتِ تبرک'' کہتے ہیں۔ بالغ اور عاقل ہونے پر اگر وہ شخص اپنے آپ کو کسی دوسرے مرشد کامل کی طرف مائل پاتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس سے بیعت کر لے۔
- جب مرشد متواتر کسی مرید کی طرف توجہ نہ کرے اور اس کی باطنی تربیت نہ کرے بلکہ مسلسل مرید کی طرف بے التفاتی برتے تو مرید دوسرے شیخ یا مرشد کامل اکمل کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس مرشد کامل اکمل کے لیے بھی جائز ہے کہ اسے بیعت کر کے اس کی تربیت کرے۔
- اگر مرشد لاپتہ ہو جائے اور مرید عرصہ دراز تک مرشد سے ظاہری اور باطنی رابطہ نہ کر سکے اور نہ ہی مرید کو معلوم ہو کہ مرشد کہاں ہے تو اس صورت میں دوبارہ بیعت کی جا سکتی ہے۔
- اگر کسی کو خلافت یا اجازتِ بیعت اس اُمید پر دی گئی تھی کہ وہ راہِ سلوک جلد مکمل کر لے گا اور باطنی تکمیل میں جو کمی رہ گئی اُسے پورا کر لے گا لیکن اس کمی کو اُس نے کافی مہلت ملنے کے بعد بھی پورا نہیں کیا تو مرید کو ایسے مرشد کی بیعت توڑنے کا حق حاصل ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں مرشد کامل اکمل وہی ہے جو طالب (مرید) کو ذکر کے لیے سلطان الاذکار ھُو اور تصور کے لیے اسمِ اللہ ذات عطا فرمائے

اوراس کے وجود کو پاک کرنے کے لیے مشق مرقومِ وجودیہ کروائے۔ جو مرشد یہ سب نہیں کرسکتا وہ مرشد لائقِ ارشاد مرشد نہیں ہے لہٰذا اس کی بیعت ختم کر کے اس صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات مرشد کامل کی بیعت کی جاسکتی ہے جو یہ خصوصیت رکھتا ہو۔

مرشدِ کامل اکمل کی اہمیت اور فضیلت اولیا کاملین رحمہم اللہ کی نظر میں

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ

غوث الاعظم سیّد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

- اگر تیرے لیے مقدر سازگار ہو اور تقدیر تجھے ایسے مرشد کامل کی بارگاہ میں لے جائے جو رموزِ حقیقت سے آشنا ہو تو اس کی خوشنودی میں مصروف ہوجا۔ اس کے حکم کی اتباع کر اور اِن تمام امور کو ترک کر دے جن میں تُو پہلے جلد بازی کرتا تھا۔ مرشد کامل اکمل کے جن امور سے تُو ناواقف ہو ان پر اعتراض نہ کر کیونکہ اعتراض صرف لڑائی جھگڑا پیدا کرتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ (سورۃ کہف میں بیان ہوا ہے) تیرے لیے کافی ہے کہ جب انہوں نے بچے کو قتل کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتراض کیا تھا۔

- مرشدانِ کامل کی مجالس کو اختیار کر کیونکہ اِن کی مجلس اختیار کرنے سے حلاوت اور مٹھاس حاصل ہوتی ہے اور ان کی نورانی صحبت اور مجلس میں انسانوں کے قلوب کے اندر اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کے چشمے جاری کیے جاتے ہیں جن کی قدر و قیمت صرف وہی جانتے ہیں جن کو ذکرِ اللہ (ذکر اسمِ اللہ ذات) کی توفیق حاصل ہو چکی ہو۔ (غنیۃ الطالبین)

 اے اللہ کے بندو! تم حکمت کے گھر میں ہو لہٰذا وسیلہ کی ضرورت ہے۔ تم اپنے معبود سے

ایسا طبیب (مرشد) طلب کرو جو تمہارے دلوں کی بیماریوں کا علاج کرے۔تم ایسا معالج طلب کرو جو تمہیں دوا دے۔ ایسا رہنما تلاش کرو جو تمہاری رہنمائی کرے اور تمہارے ہاتھ کو پکڑ لے۔تم اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مؤدب بندوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور اس کے دروازہ کے نگہبان کی نزدیکی حاصل کرو۔ (الفتح الربانی۔ملفوظاتِ غوثیہ)

- تو (باطنی طور پر) نابینا ہے تو اس کو تلاش کر جو تیرا ہاتھ پکڑ لے، تو جاہل ہے تو علم والے کو تلاش کر اور جب تجھے ایسا قابل مل جائے تو پس اس کا دامن پکڑ لے اور اس کے قول اور رائے کو قبول کر اور اس سے سیدھا راستہ پوچھ۔ جب تو اس کی رہنمائی سے سیدھی راہ پر پہنچ جائے گا تو وہاں جا کر بیٹھ جاتا کہ تو اس کی معرفت حاصل کر لے۔ (الفتح الربانی۔مجلس 4)

- تو ایسے شخص (مرشد) کو تلاش کر جو تیرے دین کے چہرہ کے لیے آئینہ ہو۔تو اس میں ویسے ہی دیکھے گا جیسا کہ آئینہ میں دیکھتا ہے اور اپنا ظاہری چہرہ اور عمامہ اور بالوں کو درست کر لیتا ہے، ان کو سنوارتا ہے۔تو عقل مند بن، یہ ہوس کیسی ہے اور کیا ہے؟ تُو کہتا ہے مجھے کسی شخص کی ضرورت نہیں جو مجھے تعلیم دے حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''مومن مومن کا آئینہ ہے۔'' جب مسلمان کا ایمان درست ہو جاتا ہے تو وہ تمام مخلوق کے لیے آئینہ بن جاتا ہے کہ وہ اپنے دین کے چہروں کو اس کی گفتگو کے آئینہ میں اس کی ملاقات اور قرب کے وقت دیکھتے ہیں۔

(الفتح الربانی۔مجلس 61)

- انسان پر واجب ہے کہ دنیا میں ہی مرنے سے پہلے کسی اہلِ تلقین (مرشد کامل) سے آخرت کے لیے حیاتِ قلب حاصل کر لے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اگر وہ اس میں کچھ بوئے گا ہی نہیں تو آخرت میں کاٹے گا کیا؟ اس کھیتی سے مراد اس دنیوی نفسانی وجود کی زمین ہے۔

(سرّالاسرار۔فصل نمبر 8)

- تربیت کے لیے مناسبت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ مبتدی کو ابتدائے حال میں اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی اس کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان کوئی

مناسبت ہے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ولی (مرشد کامل) اس کی تربیت کرے کیونکہ بشریت کی رو سے دونوں کے درمیان مناسبت ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی زندگی میں (صحابہ کرامؓ کی تربیت فرماتے رہے) تھے۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں (بشری لحاظ سے) موجود تھے تو کسی دوسرے کی (تربیت کی) ضرورت نہ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخرت میں منتقل ہونے کے بعد وہ (ظاہری مناسبت اور) تعلق منقطع ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (دنیا کو ترک کر کے) تجرد اختیار فرمایا۔ اسی طرح اولیا کرام جب آخرت سے تعلق جوڑ لیتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی کسی کو مقصود تک پہنچانے کے لیے تلقین وارشاد نہیں کرتا۔ پس اگر تُو اہلِ فہم میں سے ہے تو سمجھ جا۔ اگر سمجھ نہیں تو ریاضتِ نورانیہ سے وہ فہم حاصل کر جو ظلماتی نفسانیت پر غالب ہو کیونکہ فہم نورانیت سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ ظلمت سے، اور جب کسی مقام پر نور آجاتا ہے تو وہ مقام مزین ومشرف ہو جاتا ہے۔ پس مبتدی میں اس کے لیے مناسبت نہیں رہتی[1]۔ جو ولی (دنیا میں) حیات ہوتا ہے تو اس (مبتدی) کو ولی کے ساتھ (بشری) مناسبت ہوتی ہے کیونکہ وراثتِ کاملہ کی رو سے اُس (ولی) کو ایک تعلقیت[2] اور دوسری تجریدیت[3] کی جہت حاصل ہوتی ہے۔ جس ولی کو ظاہری حیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عبودیتِ نبوت کی ولایت سے مدد حاصل ہوتی ہے وہ اس (ولایت) سے مخلوق میں تصرف کر سکتا ہے۔ پس جان لو کہ اس (مقام) سے آگے بہت گہرا راز ہے جس کا ادراک اس کے اہل ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

- وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ المنافقون۔8)

ترجمہ: اور عزت اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہی ہے۔

ارواح کی تربیت کے لیے روحِ جسمانی کی تربیت جسم کے اندر ہوتی ہے اور روحِ روانی کی جنگ قلب میں، روحِ سلطانی کی جنگ فواد میں اور روحِ قدسی کی جنگ سرّ میں ہوتی ہے جو کہ اس کے

---

[1] یعنی ولی کے وصال کے بعد مبتدی اور ولی میں کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ [2] ایک شے کا دوسری سے تعلق پیدا کرنا [3] ایک شے کا دوسری سے تعلق ختم کرنا

اور حق کے درمیان واسطہ ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کے لیے ترجمان ہے کیونکہ اہلِ اللہ ہی اس کے محرم ہیں۔ (سرّالاسرار۔ فصل 22)

❖ اگر تُو نجات چاہتا ہے تو ایسے شیخِ کامل کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور علمِ خداوندی کو جاننے والا ہو تاکہ وہ تجھے علم پڑھائے اور ادب سکھائے اور تجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے واقف کر دے۔ مرید کو دستگیر اور رہنما کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے جنگل میں ہے جس میں کثرت کے ساتھ اژدھے اور بچھو ہیں اور طرح طرح کی آفات، بھوک پیاس اور ہلاک کرنے والے درندے ہیں۔ پس وہ شیخِ کامل دستگیر اس کو ان آفات سے بچائے گا اور اس کو پانی اور پھل دار درختوں کی جگہ بتاتا رہے گا۔ جب مرید رہنما اور شیخِ کامل کے بغیر درندوں، سانپوں، بچھوؤں اور آفات سے بھرے ہوئے جنگل میں چلے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

اے دنیا کے راستہ کے مسافر! تو قافلہ اور رہنما اور رفیقوں سے جدا نہ ہو ورنہ تیرا مال اور جان سب چلے جائیں گے اور اے آخرت کے راستہ کے مسافر! تو ہمیشہ مرشد کامل کے ساتھ رہ وہ تجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ تو اس راستہ میں اس کی خدمت کرتا رہ، اس کے ساتھ حسنِ ادب سے پیش آ اور اس کی رائے سے اختلاف نہ کر۔ وہ تجھے علم سکھائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دے گا۔ (الفتح الربانی۔ مجلس 50)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں:

❖ مرشد کامل کسے کہتے ہیں اور مرشد کن خواص اور صفات کا مالک ہوتا ہے؟ مرشد کس طرح طالبِ مولیٰ کو راہِ سلوک پر چلا کر توحید میں غرق کرتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری سے مشرف کراتا ہے؟ مرشد سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ کس مقام، منزل اور مرتبہ کا حامل ہوتا ہے؟ مرشد صاحبِ تصرف فنا فی اللہ بقا باللہ فقیر ہوتا ہے۔ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ لَا یُحْتَاجُ

ترجمہ: ''(دلوں کو) زندہ کرنے والا اور (نفس کو) مارنے والا ہوتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔''

مرشد پارس کے پتھر کی طرح ہوتا ہے۔ مرشد کسوٹی کی طرح ہے۔ اسکی نظر سورج کی طرح (فیض بخش) ہے جو بدخصائل کو (نیک عادات سے) تبدیل کر دیتی ہے۔ مرشد رنگریز کی طرح ہے۔ مرشد تنبولی کی طرح باخبر ہوتا ہے جو پان کے پتوں (کی خصوصیات) سے آگاہ ہوتا ہے (اسی طرح مرشد بھی اپنے مریدوں کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہوتا ہے)۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورتِ طلا شد

ترجمہ: لوہا جو پارس کو چھو جائے فوراً سونا بن جاتا ہے۔

مرشد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح صاحبِ خلق ہوتا ہے۔ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان، اللہ کی راہ میں ہدایت دینے والا بہترین راہنما، (معرفتِ الٰہی کا) خزانہ عطا کرنے والا جیسے کہ بیش قیمت لعل اور ہیروں کی کان، کرم کی موج جیسے موتیوں کا دریا، ہر منزل کا ایسا منزل کشا جیسے کہ ہر تالے کو کھولنے والی چابی، دنیا اور اس کے مال و دولت سے بے نیاز اور بے طمع، طالبانِ مولیٰ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والا، درویشوں کی طرح (مال و متاعِ دنیا سے) بالکل مفلس۔ مرشد مردے کو غسل دینے والے کی طرح ہوتا ہے اور ایسے مردہ طالبِ مولیٰ کی تلاش میں رہتا ہے جو (نفس کی موت کے بعد) مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے مقام پر پہنچ چکا ہو، اس کا جسم مردہ اور دل زندہ ہو چکا ہو اور وہ راہِ فقر میں فاقہ کشی (یعنی صبر و محنت) کرنے والا ہو نہ کہ نالائق طالب جو اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مرشد کمہار کی طرح ہے، کمہار مٹی کے ساتھ جو چاہے کرتا ہے لیکن مٹی اس کے سامنے دم نہیں مارتی۔

گِل را چہ مجال است کہ گوید بکلال
از بہر چہ سازی و چرا می شکنی

ترجمہ: مٹی کی کیا مجال کہ وہ کمہار سے پوچھے کہ وہ اسے کیوں توڑتا ہے اور اس سے کیا بناتا ہے؟

مرشد اللہ کا دیدار بین اور طالب صادق الیقین ہونا چاہیے۔ مرشد رفیق کو کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ پر چلو۔

باھُوؒ! مرشدانِ این زمانہ زر بگیر
ہر کہ نظرش زر کند آن بینظیر

ترجمہ: اے باھُوؒ! اس زمانہ کے مرشد پیسہ لوٹنے والے ہیں۔ ایک ہی نظر سے سونا بنانے والے مرشد نایاب ہیں۔

باھُوؒ! مرشدانِ این زمانہ زر پرست و زن پرست
زن پرست و زر پرست و دل سیاہ و خود پرست

ترجمہ: اے باھُوؒ! اس زمانہ کے مرشد مال و دولت اور عورتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ زن پرست، زر پرست اور خود پرست ہیں اس لیے ان کے دِل سیاہ ہیں۔

باھُوؒ! مرشدانِ واصلانِ حق عشق سوز
ہر ساعتی ہر دم بسوزد شب بروز

ترجمہ: اے باھُوؒ! اللہ تعالیٰ سے واصل مرشد دن رات ہر لمحہ اور ہر سانس عشق میں جلتے رہتے ہیں۔

سن! آدمی کا وجود دودھ کی طرح ہے۔ دودھ میں دہی، لسّی، مکھن اور گھی بھی موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح آدمی کے وجود میں نفس، قلب، روح اور سرّ اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ جس طرح عورت دودھ میں مناسب مقدار میں دہی ملاتی ہے، پھر یہ دودھ ساری رات جم کر دہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر جب اس دہی کو بلویا جاتا ہے تو اس پر مکھن آجاتا ہے، مکھن الگ ہو جاتا ہے اور لسی الگ ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس مکھن کو آگ پر رکھا جائے تو آگ کی تپش سے اس میں موجود کثافت الگ ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی میل سے پاک خالص گھی تیار ہو جاتا ہے۔ پس

مرشد کو عورت سے کمتر نہیں ہونا چاہیے، جس طرح عورت دودھ کے کام کو انتہا تک پہنچاتی ہے بالکل اسی طرح مرشد طالبِ مولیٰ کو اس کے وجود میں مقامِ نفس، مقامِ قلب، مقامِ روح، مقامِ سرّ، مقامِ توفیقِ الٰہی، مقامِ علمِ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کو الگ الگ کر کے دِکھا دیتا ہے۔ وہ طالبِ مولیٰ کو مقامِ خنّاس، خرطوم، شیطان، حرص، حسد اور کبر بھی اسی طرح الگ الگ کر کے دکھاتا ہے جس طرح قصاب بکرے کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتا ہے پھر اس کی ہر رگ اور بوٹی کو الگ کر دیتا ہے اور اس کے گوشت سے آلائشوں کو نکال پھینکتا ہے۔ مرشد کامل مکمل کو اسی طرح ہونا چاہیے (کہ طالبِ مولیٰ کے وجود سے غیر ما سویٰ اللہ کو جدا کر دے) ورنہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔ (عین الفقر)

❖ فقیر (مرشد) دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صاحبِ باطن اور دوسرے صاحبِ بطن۔ جو شخص (ریاضت کی خاطر) بھوکا پیاسا رہتا ہے لیکن باطن سے بے خبر ہے ایسے شخص کا انجام باطل ہے۔ صاحبِ باطن (مرشد کامل) جتنا کھانا کھاتا ہے اس سے دوگنا نور اس کے وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ فقرا کا کھانا نور ہے، ان کا پیٹ تنور ہے اور ان کا قلب بیت المعمور ہے۔ فقرا کا سونا حضور ہے اور ان کی عاقبت مغفور ہے۔ ان کے نزدیک زاہد جنت کی طلب (میں عبادات) کرنے والا مزدور ہے۔ (عین الفقر)

❖ مرشد بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحبِ نظر اور دوسرے صاحبِ زر۔ مرشد فصلی سالی (مرشد ناقص) اور مرشد وصلی لازوالی (مرشد کامل اکمل)۔ (عین الفقر)

❖ مرشد درخت کی طرح ہوتا ہے جو موسم کی سردی اور گرمی خود برداشت کرتا ہے مگر اپنے زیرِ سایہ بیٹھنے والے کو سکون اور آرام مہیا کرتا ہے۔ مرشد کو دین کا دوست اور دنیا کا دشمن ہونا چاہیے جبکہ طالبِ مولیٰ کو صاحبِ یقین ہونا چاہیے جو مرشد پر مال اور جان قربان کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرے۔ مرشد کو نبی اللہ کی مثل ہونا چاہیے اور طالبِ مولیٰ کو ولی اللہ کی مثل ہونا چاہیے۔ (عین الفقر)

- (مرشد کامل کی) وسیلت (علم کی) فضیلت سے بہتر ہے کیونکہ گناہ کرتے وقت علمِ فضیلت (گناہ کرنے والے کو) روک نہیں سکتا جبکہ وسیلت بندے کو گناہ کرنے سے پہلے روک دیتی ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور مرشد حضرت یعقوب علیہ السلام (کی وسیلت) نے ہی زلیخا سے بچایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

- اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: مرشد اپنی قوم میں یوں ہوتا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔ (عین الفقر)

- عارف (مرشد) تین قسم کے ہوتے ہیں۔ عارفِ دنیا، عارفِ عقبیٰ اور عارفِ مولیٰ۔ عارفِ دنیا مال و دولت اور رجوعاتِ خلق کا طالب ہوتا ہے۔ وہ اپنے مریدوں کی ہڈیاں تک بیچ کھاتا ہے اور خانقاہیں تعمیر کرنے، کشف و کرامات دکھانے، زمین و آسمان کی سیر کرنے اور بادشاہِ وقت کے قرب اور ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔ یہ تمام مراتبِ مخنّث ہیں۔ عارفِ دنیا مرشدِ مخنّث ہوتا ہے اور اس کے طالب بھی مخنّث ہوتے ہیں۔ دوسرے عارفِ عقبیٰ ہیں۔ یہ زاہد، عابد، عالم، متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں جو دوزخ کے خوف سے سہمے رہتے ہیں اور جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ان کا مرتبہ مؤنث ہے اور ان کے طالب بھی مؤنث ہیں۔

- زاہدا! از بیم دوزخ چند ترسانی مرا
آتشی دارم کہ دوزخ نزدِ آن خاکستر است

ترجمہ: اے زاہد! تو دوزخ کی آگ سے مجھے کیوں ڈرا رہا ہے؟ میرے اندر تو وہ آگ ہے کہ دوزخ اس کے نزدیک آتے ہی جل کر خاک ہو جائے۔

تیسرے عارفِ مولیٰ، توحید میں غرق عارف باللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر، دنیا اور عقبیٰ سے دور، اللہ تعالیٰ کی ذات میں مگن اور مسرور رہتے ہیں۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

- پس مرشد کسے کہتے ہیں؟

 یُحْیِی الْقَلْبَ وَ یُمِیْتُ النَّفْسِ

ترجمہ: قلب کو زندہ اور نفس کو مارنے والا۔

جب وہ طالب پر جذب اور غضب کرتا ہے تو قلب کو زندہ کر کے نفس کو مار دیتا ہے۔

مرشد وہ ہے جو فقر کی انتہا تک پہنچا ہو اور جس نے خود پر غیر ماسویٰ اللہ کو حرام کر رکھا ہو، ازل سے ابد تک احرام باندھے اللہ تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کرنے والا حاجی ہو۔ (عین الفقر)

- مرشد طبیب کی طرح ہے اور طالب مریض کی مثل ہے۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اُسے کڑوی اور میٹھی دوائیاں دیتا ہے۔ مریض کو چاہیے کہ وہ انہیں کھائے تاکہ صحت یاب ہو جائے۔ (عین الفقر)

- مرشدِ کامل کے بغیر اگر کوئی ساری عمر ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتا رہے پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بغیر پیر و مرشد کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ مرشد باطن کی راہ کے تمام مقامات و منازل سے آگاہ ہوتا ہے اور ہر مشکل کا مشکل کشا ہوتا ہے۔ مرشد کامل توفیقِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ توفیقِ الٰہی کے بغیر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ مرشد جہاز کے تجربہ کار اور باخبر جہاز ران کی مانند ہوتا ہے جسے راستے میں آنے والی تمام آفات اور مشکلات (اور ان کے حل) کا علم ہوتا ہے۔ اگر بحری جہاز پر تجربہ کار جہاز ران نہ ہو تو جہاز ڈوب کر غرق ہو جاتا ہے۔ مرشد خود ہی جہاز ہے اور خود ہی جہاز ران ہے: فَهِمَ مَنْ فَهِمَ (جو سمجھ گیا سو سمجھ گیا)۔ (عین الفقر)

- دانا بن اور جان لے! اللہ تعالیٰ صاحبِ راز (مرشد کامل اکمل) کے سینہ میں ہے۔ (عین الفقر)

- قدرتِ توحید کا دریائے وحدت مومن کے دل میں موجزن رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا طالب ہے اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشدِ کامل مکمل کی طلب کرے کیونکہ مرشدِ کامل مکمل دل کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ اسمِ اللّٰہ کے ذکر اور تصور کی تاثیر سے فقیر کا وجود پُرنور ہوتا ہے۔ جو کوئی دل کا محرم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔ (عین الفقر)

- مرشد مہر و محبت بخشنے والے شفیق اور محرمِ اسرار کو کہتے ہیں۔ مرشد تلوار کی مثل ہے، اس کے

پاس صرف وہی طالب جائے جو اپنا سر تن سے جدا کروا سکتا ہو۔ مرشد چھری کی طرح ہے، اس کے پاس صرف وہی طالب جائے جو خود کو ذبح کروانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ مرشد ملک الموت کی طرح ہے جیسا کہ عزرائیلؑ، جس طالب کو اپنی جان کی طمع نہ ہو وہی طالب مرشد کے پاس جائے۔ مرشد فاقہ اور فقر کے گھر کی مثل ہے، جو طالب فاقہ کشی کر سکتا ہو صرف وہی مرشد کے پاس جائے۔ مرشد سولی کی مثل ہے، جو طالب سولی چڑھ سکتا ہو صرف وہی مرشد کے پاس جائے۔ مرشد آگ کی طرح ہے، صرف وہ طالب اس کے پاس جائے جو اپنے کافر نفس کو آگ میں جلا سکتا ہو۔ جب طالب مرشد کی بارگاہ میں جائے تو اسے چاہیے کہ مرشد کے لیے دل میں خلوص و محبت رکھے نہ کہ نیکی و بدی پر نظر رکھے۔ پس نیکی اور بدی کی تحقیق جاسوس طالب کا کام ہے، طالبِ مولیٰ ایسا نہیں کرتے۔ (عین الفقر)

✤ باھُوؒ! طالبانِ ایں زمانہ دُون بدون
طالبان را نیست طلبش بی چگوں

ترجمہ: اے باھُوؒ! اس زمانہ کے طالب کمینے اور کم ہمت ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طلب ہی نہیں ہے۔ (عین الفقر)

مرشد کامل اکمل کی نشانی کیا ہے؟ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ مرشد کامل طالب کو خوشخط لکھا ہوا اسم اللہ عطا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے طالب! اس اسم اللہ کو اپنے دل پر لکھ۔ جب اسمِ اللہ دل پر لکھنے سے طالب کے قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو مرشد کہتا ہے کہ اے طالب! دیکھ اسمِ اللہ ذات میں سے تجلیات آفتاب کی روشنی کی مثل طلوع ہو رہی ہیں۔ ان تجلیات میں طالب کو دل کے اردگرد ایک لازوال مملکت اور چودہ طبق سے وسیع تر میدان دکھائی دیتا ہے جس میں دونوں جہان اسپند کے دانے کی مانند نظر آتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ مرشدِ کامل پہلے دن ہی طالبِ مولیٰ کو اسمِ اللہ ذات تحریر کر کے دے دیتا ہے۔ (کلید جنت)

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کو اسمِ اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کا تصور اور دیدارِ الٰہی

بھی عطا کرے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

❖ جو مرشد طالبِ صادق کو پہلے ہی روز دیدارِ الٰہی سے نہیں نوازتا وہ تلقین وارشاد کے لائق نہیں۔ (نورالہدیٰ کلاں)

❖ جان لو کہ بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پہاڑ، دیوار یا میلوں کی مسافت نہیں ہے بلکہ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے جیسا باریک حجاب ہے۔ اس پیاز کے پردے کو تصور اسمِ اللہ ذات اور صاحبِ راز مرشد کامل کی نگاہ سے توڑنا بالکل مشکل نہیں۔ تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو خدا بے نیاز ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کے ہر حال، ہر قول، ہر عمل، ہر فعل اور اس کی ہر حالتِ معرفت وقرب ووِصال اور اس کے خطرات، دلیل اور وھم وخیال سے باخبر ہو۔ مرشد کو ایسا ہوشیار ہونا چاہیے گویا طالب کی گردن پر سوار ہو اور اس قدر ہوشیار ہو کہ طالب کی ہر بات اور ہر دم سے باخبر ہو۔ ایسے مرشد کا باطن آباد ہوتا ہے اور طالب اسمِ اللہ ذات کے حاضرات کے ذریعے اسے ظاہر و باطن میں حاضر سمجھتا اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ مرشد کامل تصور اسمِ اللہ ذات اور علمِ حق سے طالب کو معرفت و دیدار کا سبق پڑھاتا ہے اور باطل دنیا جیفہ مردار سے بیزار کر دیتا ہے حتیٰ کہ طالب دنیا سے ہزار بار استغفار کرتا ہے۔ کامل مرشد وہ ہے جو تصور اسمِ اللہ ذات سے معرفت و دیدار کو منکشف کرتا ہے اور پھر اسمِ اللہ ذات میں ہی لوٹ آتا ہے کہ ابتدا و انتہا کا کوئی مرتبہ اسمِ اللہ ذات سے باہر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ اگر کوئی اپنی تمام عمر ریاضت میں صرف کر دے اور ایک سو تیس سال ایک ٹانگ پر کھڑا رہ کر مجاہدہ کرتا رہے تو بھی اسے طریقت، معرفت، باطن، لقا، بقا اور فنا کی ذرا بھی خبر نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے جب تک مرشد کامل کی توفیق حاصل نہ ہو۔ سالہا سال کی عبادت اور اس کے ثواب سے مرشد کی توجہ بہتر ہے جو ایک لمحہ میں اللہ کا بے حجاب دیدار عطا کرتی ہے۔ (امیر الکونین)

سروری قادری مرشد کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

❖ سروری قادری مرشد جامع و مجمل ہوتا ہے۔ وہ باطن اور ظاہر میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبوں کے لیے کتب الاکتاب کا درجہ رکھتی ہے، جس کے مطالعہ سے طالب فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس ذات کو بے حجاب دیکھتے ہیں۔

❖ طالبان را ہر مطالب خوش نما
اعتقاد صدق خواں و ز دل صفا

ترجمہ: طالبانِ مولیٰ اگر اعتقاد، صدق اور دل کی پاکیزگی سے اس کتاب کو پڑھیں تو وہ ہر مقصود با آسانی پا لیتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ عارف کامل قادری بہر قدرتے قادر و بہر مقام حاضر

ترجمہ: عارف کامل قادری (صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل سروری قادری) ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

❖ آپؒ پنجابی ابیات میں مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں:

کامل مُرشد ایسا ہووے، جیہڑا دھوبی وانگوں چھَٹّے ھُو
نال نگاہ دے پاک کریندا، وِچ سَجّی صبون نہ گھتے ھُو
میلیاں نوں کر دیندا چِٹّا، وِچ ذرّہ مَیل نہ رَکھے ھُو
ایسا مرشد ہووے باھُوؒ، جیہڑا لُوں لُوں دے وِچ وَسّے ھُو

مرشد کامل کو دھوبی کی طرح ہونا چاہیے۔ جس طرح دھوبی کپڑوں میں میل نہیں چھوڑتا اور میلے کپڑوں کو صاف کر دیتا ہے اسی طرح مرشد کامل اکمل طالب کو ورد و وظائف، چلہ کشی اور رنجِ ریاضت کی مشقت میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ اسمِ اللہ ذات کی راہ دکھا کر اور اپنی نگاہِ کامل سے تزکیۂ نفس کر کے اس کے اندر سے قلبی اور روحانی امراض کا خاتمہ کرتا ہے۔ اسے خواہشاتِ دنیا و نفس سے نجات دلا کر اور غیر اللہ کی محبت اس کے دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق

میں غرق کر دیتا ہے۔ مرشد تو ایسا ہونا چاہیے جو طالب کے لُوں لُوں میں بستا ہو۔

مرشد وانگ سنارے ہووے، جیہڑا گھت کُٹھالی گالے ھُو
پا کُٹھالی باہر کَڈھے، بُندے گھڑے یا وَالے ھُو

جس طرح زرگر سونے کو کٹھالی میں ڈال کر پگھلا کر اسے مائع کی شکل دیتا ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کا زیور تیار کرتا ہے مرشدِ کامل بھی ایسا ہونا چاہیے کہ طالبِ مولیٰ کو عشق کی بھٹی میں ڈالے اور اسمِ اللہ ذات کی حرارت سے اس کے وجود کے اندر سے غیر اللہ نکال باہر کرے یعنی اس کی پہلی عادات وخواہشات کو ختم کر دے اور پھر اپنی مرضی اور منشا کے مطابق اس کی تربیت کرے۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے، تے میں مُرشد ویکھ نہ رَجّاں ھُو
لُوں لُوں دے مُڈ لکھ لکھ چشماں، ہِک کھولاں تے ہِک کَجّاں ھُو
اِتنا ڈِٹھیاں صبر ناں آوے، میں ہور کِتے وَل بھَجّاں ھُو
مُرشد دا دیدار ہے باھُوؒ، مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ھُو

کاش میرا سارا جسم آنکھ بن جائے تا کہ وہ یکسو ہو کر ہر لمحہ مرشد کا دیدار کرتا رہے۔ بلکہ یہ بھی کم ہے، میری طلب تو یہ ہے کہ میرے جسم کے ہر بال میں لاکھ لاکھ آنکھیں ہوں تا کہ آنکھ جھپکتے وقت لمحہ بھر کے لئے کچھ آنکھیں اگر بند بھی ہو جائیں تو میں باقی کھلی آنکھوں سے مرشد کے دیدار میں محو رہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ مرشد کے دیدار میں ہر لمحہ محو رہنا ہی طالب کے لئے کامیابی کی کلید ہے۔ اتنی آنکھوں سے دیدار کرنے کے باوجود بھی میری طلب اور خواہش کم نہیں ہو رہی بلکہ دیدار کے لیے بے چینی اور بے قراری بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ یہی بے قراری اور بے چینی مجھے فقر کی اگلی منزل تک رسائی کی خبر دیتی ہے۔ مرشد کا دیدار تو میرے لئے کروڑ ہا حج کے برابر ہے۔ اللہ کرے یہ حالت مجھے ہمیشہ نصیب رہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی، میرے مَن وِچ مُرشد لاندا ھُو
جس گت اُتے سوہنا راضی ہوندا، اوہو گت سکھاندا ھُو

ہر دم یاد رکھے ہر ویلے، آپ اُٹھاندا بہاندا ھُو
آپ سمجھ سمجھیندا باھُوؒ، آپے آپ بَن جاندا ھُو

میرے دِل میں میرے مرشد کامل نے اسمِ اللہ ذات کا نقش جما دیا ہے اور اس کے تمام اسرار و رموز کو میرے اندر ظاہر کر دیا ہے۔ میرے مرشد کامل کو میری جو حالت، عادات اور کیفیات پسند ہیں وہی مجھے سکھاتا ہے اور ہر لمحہ اور ہر آن مجھے یاد رکھتا ہے۔ اس کی نظرِ رحمت و محبت اور شفقت کسی بھی لمحہ مجھ سے نہیں ہٹتی۔ میں مرشد کی ذات میں اس قدر فنا ہو گیا ہوں کہ میرے قول و فعل اور حرکات و سکنات تک اس کی رضا کے مطابق ہو چکے ہیں۔ وہ خود ہی مجھے راہِ حق کے اسرار و رموز سکھاتا ہے اور کبھی کبھی تو وہ میری ہستی کو فنا کر کے خود ہی بن جاتا ہے یعنی میں، میں نہیں رہتا بلکہ وہ ہو جاتا ہوں اور اس طرح وہ اپنے اور میرے درمیان میں اور تُو کا فرق ختم کر دیتا ہے۔

تو تاں جاگ نہ جاگ فقیرا، اَنت نوں لوڑ جگایا ھُو
اکھیں میٹیاں نہ دِل جاگے، جاگے جاں مطلب نوں پایا ھُو
ایہہ نکتہ جداں کیتا پُختہ، تاں ظاہر آکھ سنایا ھُو
میں تاں بُھلی ویندی ساں باھُوؒ، میںنوں مُرشد راہ وکھایا ھُو

محض آنکھیں بند کرنے یا مراقبہ میں بیٹھنے سے دِل بیدار نہیں ہوتا۔ ایسا تو تُو اپنے مطلب کے لیے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کرتا ہے۔ دِل تو تب بیدار ہوتا ہے جب ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات سے دیدارِ ذات حاصل ہوتا ہے۔ میں بھولا بھٹکا ہوا تھا اور محض وِرد و وظائف اور مراقبوں کو ہی حقیقت سمجھ بیٹھا تھا۔ یہ تو میرا مرشد کامل ہے جس نے مجھے حق کی راہ دکھائی اور جب میں نے یہ نکتہ پختہ کر لیا تو حقیقت کو پا لیا۔

جتھے رَتی عشق وکاوے، اُوتھے مَناں ایمان دویوے ھُو
کُتب کِتاباں وِرد وظیفے، اُوتر چا کچیوے ھُو

باجھوں مُرشد کُجھ نہ حاصل، توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ھُو
مَریئے مَرن تِھیں اگّے باھُوؒ، تاں ربّ حاصل تھیوے ھُو

جہاں ایک رتی عشقِ حقیقی مل رہا ہو تو بدلے میں کئی من ایمان دے کر اُسے حاصل کر لو کیونکہ جہاں عشق پہنچتا ہے ایمان اس سے لاعلم ہے۔ چاہے تمام زندگی شب بیداری، ورد و وظائف اور مطالعہ کتب میں گزار دی جائے پھر بھی مرشد کامل کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یاد رکھ! مرنے سے پہلے مَرے بغیر وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔

جَل جلیندیاں جنگل بھوندیاں، میری ہِکّا گل نہ پَکّی ھُو
چِلّے چِلیئے مکّے حج گزاریاں، میری دِل دی دَوڑ نہ ڈَکّی ھُو
تریہے روزے پنج نمازاں، ایہہ وِی پڑھ پڑھ تھکّی ھُو
سَبھے مُراداں حاصل ہویاں باھُوؒ، جداں مُرشد نظر مہر دِی تکّی ھُو

میں دنیا سے علیحدہ ہو کر دریاؤں اور جنگلوں میں پھرتا رہا، چلہ کشی میں مصروف رہا، نمازیں پڑھ پڑھ کر، روزے رکھ رکھ کر اور حج کر کے تھک گیا لیکن دِل کی مراد پوری نہ ہوئی یعنی معرفتِ حق تعالیٰ حاصل نہ ہو سکی۔ لیکن جب مرشد کامل نے محبت کی ایک نگاہ مجھ پر ڈالی تو سارے حجاب دور ہو گئے۔

جو پاکی بِن پاک ماہی دے، سو پاکی جان پَلیتی ھُو
ہِک بت خانے جا واصل ہوئے، ہِک خالی رہے مَسیتی ھُو
عشق دِی بازی لئی اُنہاں، جنہاں سر دیندیاں ڈِھل نہ کیتی ھُو
ہرگز دوست نہ مِلدا باھُوؒ، جنہاں ترُٹّی چوڑ نہ کیتی ھُو

جو پاکیزگی مرشدِ کامل کی بیعت کے بغیر زہد و ریاضت اور عبادت سے حاصل ہو اس کو پاکیزگی نہیں ناپاکی اور پلیدی سمجھ یعنی جو درجات، مقامات اور مشاہدات مرشد کامل کے بغیر حاصل ہوں وہ استدراج ہیں۔ جس کو مرشد کی غلامی نصیب ہو اس کو بت خانہ میں جا کر بھی وصالِ الٰہی حاصل

ہو جاتا ہے کیونکہ مرشد ہر لمحہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ لیکن مرشد کے بغیر خواہ ساری عمر مسجد میں عبادت کرتے گزار دی جائے پھر بھی محرومی ہی مقدر بنتی ہے۔ عشق کی بازی میں وہی فتح یاب ہوتے ہیں جو سر دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ دیدارِ الٰہی اور وصالِ حق تعالیٰ گھر بار لٹائے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔

عِشق اَسانوں لِسیاں جاتا، کر کے آوے دَھائی ھُو
جِتول ویکھاں مَینوں عشق دسیوے، خالی جگہ نہ کائی ھُو
مُرشد کامل ایسا مِلیا، جس دِل دِی تاکی لاہی ھُو
میں قربان اس مُرشد باھُوؒ، جس دَسیا بھیت اِلٰہی ھُو

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ حقیقی اس کمزور اور ناتواں جان پر پورے زور وشور سے حملہ آور ہو چکا ہے اور اس نے وجود پر اس حد تک غلبہ پا لیا ہے کہ جدھر نظر اٹھتی ہے ذاتِ الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے مرشد کامل کی وجہ سے ہے جس نے دل کا دریچہ کھول کر ہمیں بھیدِ الٰہی سے آشنا کر دیا ہے۔ میں اس مرشد کے قربان جاؤں جس نے رازِ الٰہی سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔

کی ہویا جے بُت اوڈھر ہویا، دِل ہرگز دُور نہ تھیوے ھُو
سَے کوہاں تے میرا مُرشد وَسدا، مینوں وِچ حضور دِسیوے ھُو
جیندے اندر عشق دِی رَتی، اوہ بِن شرابوں کھیوے ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُو

اگرچہ میرے مرشدِ کامل کا جسم مجھ سے دور ہے لیکن وہ دِل سے ہرگز دور نہیں ہے۔ میرا مرشد کامل سینکڑوں میل دور رہتا ہے لیکن ہمیں تو وہ عین حضور دکھائی دیتا ہے۔ طالب میں اگر رتی برابر بھی عشق ہو تو وہ بغیر شراب کے مخمور رہتا ہے۔ فقیر تو اصل میں وہ ہوتے ہیں جنہیں جاودانی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اُن کی قبر فیوض وبرکات کا منبع بن جاتی ہے۔

مرشد مینوں حج مکّے دا، رحمت دا دروازہ ھُو
کراں طواف دوالے قبلے، نِت ہووے حج تازہ ھُو
کُن فیکون جدوکا سُنیا، ڈِٹھا مُرشد دا دروازہ ھُو
مُرشد سدا حیاتی والا باھُوؒ، اوہو خضر تے خواجہ ھُو

اس بیت میں آپؒ نے مرشد کے دیدار کو حج کا درجہ دیا ہے اور اُسے بابِ رحمتِ الٰہی بتایا ہے۔ آپؒ مرشد سے ملاقات کو طواف کا درجہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کی صحبت میرے لیے مکہ شریف کا حج ہے، وہی رحمتِ الٰہی کا دروازہ ہے اور میں ہر لمحہ اس کے گرد طواف کر کے حج میں مصروف رہتا ہوں۔ جب سے کُنْ فَیَکُوْن سنا ہے ہمیں اپنے مرشد کی پہچان نصیب ہوگئی ہے۔ مرشد کامل اکمل تو حیاتِ جاودانی رکھنے والا خضر ہے اور وہی ہمارا رہبر و راہنما ہے۔

مُرشد کامل اوہ سہیڑیئے، جیہڑا دو جگ خوشی وِکھاوے ھُو
پہلے غم ٹکڑے دا میٹے، وَت ربّ دا راہ سمجھاوے ھُو
اِس کلّر والی کندھی نوں، چا چاندی خاص بناوے ھُو
جس مرشد ایتھے کُجھ نہ کیتا باھُوؒ، اوہ کوڑے لارے لاوے ھُو

مرشد کامل ایسا ہونا چاہیے جو دونوں جہانوں میں نجات دہندہ ہو اور طالب کو پہلے رزق کے غم سے نجات دلا کر رازق کی طرف متوجہ کرے اور پھر اس کے شورزدہ یعنی خام وجود کو اسمِ اللہ ذات سے خالص چاندی بنا دے یعنی اس کی کایا پلٹ دے اور معرفتِ الٰہی عطا کر دے۔ جس مرشد نے اِس جہان میں کچھ نہ کیا اور طالبِ مولیٰ کو معرفتِ الٰہی کی راہ پر گامزن نہ کیا وہ کذاب، جھوٹا، بہروپیا اور ناقص ہے۔

مرشد مکہ تے طالب حاجی، کعبہ عشق بنایا ھُو
وِچ حضور سدا ہر ویلے، کریئے حج سوایا ھُو

ہِک دَم میتھوں جدا نہ ہووے، دِل مِلنے تے آیا ھُو
مرشد عین حیاتی باھُوؒ، میرے لُوں لُوں وِچ سمایا ھُو

مرشد مکہ، عشق کعبہ اور طالبِ مولیٰ حاجی ہے۔ ایسا طالبِ مولیٰ ہر لمحہ حضوری میں رہتا ہے اور کعبۂ عشق کا طواف کرتا رہتا ہے، یہی اس کا حج ہے۔ میرا مرشد ایک لمحہ کے لیے بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتا اور اب تو دِل مکمل وصال چاہتا ہے۔ مرشد روح کی طرح میرے لُوں لُوں میں سمایا ہوا ہے۔

مرشد ہادی سبق پڑھایا، بن پڑھیوں پیا پڑھیوے ھُو
اُنگلیاں وِچ کنّاں دے دِتیاں، بِن سُنیوں پیا سنیوے ھُو
نین نیناں وَلّوں ترُتر تکدے، بن ڈِٹھیوں پیا دِسیوے ھُو
باھُوؒ ہر خانے وِچ جانی وَسدا، گن سِر اوہ رکھیوے ھُو

مرشد ہادی نے اسمِ اللہ ذات کا ایسا سبق پڑھایا ہے کہ میرا دِل ہر لمحہ اسے پڑھ رہا ہے۔ کانوں میں انگلیاں دے دوں تب بھی یہ ذِکر مجھے سنائی دیتا ہے اور اب تو حالت یہ ہے کہ آنکھیں متواتر دیدارِ محبوب میں محو رہتی ہیں۔ اگر ظاہری آنکھیں بند بھی کرلوں تو بھی محبوبِ حقیقی دکھائی دیتا ہے۔ اب تو محبوب جسم کے لوں لوں، کان اور سر یعنی پورے وجود میں جلوہ گر ہے۔

مرشد باجھوں فقر کماوے، وِچ کفر دے بُڈے ھُو
شیخ مشائخ ہو بہندے حجرے، غوث قطب بن اُڈے ھُو
تسبیحاں نَپ بہن مسیتی، جویں مُوش بہندا وَڑ کُھڈے ھُو
رات اندھاری مشکل پینڈا باھُوؒ، سَے سَے آون ٹھڈے ھُو

مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر انسان نہ صرف وصالِ حق سے محروم رہتا ہے بلکہ بعض اوقات کفر میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسے اپنی عقلی جدوجہد سے خدا کا وصال نصیب نہیں ہوتا تب وہ سمجھ لیتا ہے کہ اسکا وجود ہی نہیں ہے۔ یوں وہ کفر کے اندھیروں میں گم ہو جاتا ہے یا انا پرستی اور خود پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کوئی رجوعاتِ خَلق کا شکار ہو کر کسی حجرے میں نام نہاد پیر بن کر

بیٹھ جاتا ہے اور غوث وقطب کہلانے لگتا ہے۔کوئی تسبیح پکڑ کر مسجد یا حجرے میں یوں جا بیٹھتا ہے جس طرح کوئی چوہا بِل میں دبک کر بیٹھ جاتا ہے اور اس طرح اپنی عبادت وریاضت کا ڈھونگ رچاتا ہے۔مرشدِ کامل کے بغیر لاعلمی کی تاریکی میں رہتے ہوئے اس دشوار گزار راستے میں ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں۔

سے روزے سے نفل نمازاں، سے سجدے کر کر تھکّے ھُو
سے واری مکّے حج گزارن، دِل دِی دوڑ ناں مکّے ھُو
چلّے چلیہے جنگل بُھونا، اِس گل تھیں ناں پکّے ھُو
سبھے مطلب حاصل ہوندے باھُوؒ، جد پیر نظر اِک تکّے ھُو

مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے ہزاروں نوافل ادا کیے، سینکڑوں مرتبہ سجدہ میں سر رکھ کر التجا کی، حج ادا کیے، چالیس چالیس روز چلہ کشی بھی کی اور پھر جنگلوں میں تلاشِ حق کے لیے بھی پھرتے رہے لیکن ناکام رہے اور معرفتِ الٰہی سے محروم رہے لیکن جب میں نے مرشد کامل کی غلامی اختیار کی اور میرے مرشد کامل نے ایک نگاہِ فیض مجھ پر ڈالی تو میں نے اپنی منزلِ حیات کو پالیا۔

ناں میں سنی ناں میں شیعہ، میرا دوہاں توں دِل سڑیا ھُو
مُک گئے سبھ خشکی پینڈے، جدوں دریا رحمت وِچ وڑیا ھُو
کئی مَن تارے تَر تَر ہارے، کوئی کنارے چڑھیا ھُو
صحیح سلامت چڑھ پار گئے اوہ باھُوؒ، جنہاں مُرشد دا لڑ پھڑیا ھُو

میں نہ تو سنی ہوں اور نہ ہی شیعہ، ان کی متعصّبانہ فرقہ ومسلک پرستی اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے میرا دل ان سے جلا ہوا ہے۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب ہوا اور میں دریائے وحدت میں غوطہ زن ہوا تو معلوم ہوا کہ وہاں تو یہ سب جھگڑے ہی نہیں، تب میں نے دین کی کنہ کو پالیا۔فرقہ پرستی سے ماوراحق کی اس منزل تک وہی پہنچتا ہے جو کسی مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

ناں ربّ عرش معلّٰی اُتّے، ناں ربّ خانے کعبے ھُو
ناں ربّ علم کتابیں لبھا، ناں ربّ وِچ محرابے ھُو
گنگا تیرتھیں مول نہ ملیا، مارے پینڈے بے حسابے ھُو
جد دا مرشد پھڑیا باھُوؒ، چھُٹے کُل عذابے ھُو

میں نے اللہ تعالیٰ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ پاک کا ٹھکانہ نہ ہی عرشِ معلّٰی پر اور خانہ کعبہ میں ہے اور نہ ہی مساجد و محراب اور عبادت گاہوں میں ہے۔ نہ ہی کتابوں کے مطالعہ اور علم حاصل کرنے سے ربّ ملتا ہے اور نہ ہی جنگلوں میں جا کر زہد و ریاضت کرنے سے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا ٹھکانہ مرشد کامل (صاحبِ راز) کے سینے میں ہے۔ میں نے جب سے مرشد کا دامن پکڑا ہے تلاشِ حق تعالیٰ کیلئے میری ساری مشقتیں اور پریشانیاں ختم ہو گئی ہیں۔

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیا کرام کی جماعت (مرشدِ کامل کی بیعت) میں داخل ہونا فرضِ عین ہے کیونکہ انبیا کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی شخص قلبی امراض اور عیوب سے خالی نہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

میں ابتدا میں احوالِ صالحین اور مقاماتِ عارفین کا منکر تھا حتیٰ کہ میں اپنے مرشد حضرت فضل بن محمد فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی اور صحبت سے فیض یاب ہوا۔ وہ مجاہدہ کے ساتھ میرے قلب کی صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ میں وارداتِ الٰہیہ سے مشرف ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے ابو حامدؒ! اپنی تمام مشغولیات کو چھوڑ دو اور اس قوم کی سنگت اختیار کرو جن کو میں نے زمین پر اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری محبت میں دونوں جہانوں (دنیا اور آخرت) کا سودا کر لیا ہے۔'' میں نے عرض کی ''باری تعالیٰ! مجھے اِن کے بارے میں حُسنِ ظن عطا فرما۔'' فرمایا! ''میں نے عطا فرما دیا۔'' پھر فرمایا ''دنیا کی محبت میں

مشغول نہ ہونا، یہی تیرے اور اِن کے درمیان دیوار ہے۔ اور دنیا کی محبت سے خود بخود دستبردار ہو جا قبل اس کے کہ تجھے زبردستی ہاتھ اٹھانا پڑے۔ اے غزالیؒ! میں نے تجھ پر جوارِ اقدس اور اپنے انوار کی بارش کر دی۔'' میں خوشی خوشی بیدار ہوا اور اپنے مرشد شیخ فضل بن محمد فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کا ذکر کیا۔ آپؒ مسکرائے اور فرمایا ''اے ابو حامدؒ! یہ تو ہمارے ابتدائی اشارے ہیں۔ اگر تُو نے ہماری غلامی جاری رکھی تو تیری بصیرتِ الٰہی کو تائیدِ الٰہی کا سرمہ لگا دیا جائے گا۔''

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

شیخ (مرشدِ کامل) کا فائدہ یہ ہے کہ وہ مرید کے لیے وصول الی اللہ کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے۔ جو بغیر شیخ کے اِس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور اپنی تمام عمر صرف کرنے کے باوجود بھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیخ راہبر کی مثل ہوتا ہے جو تاریک راستوں میں طالبوں کی راہنمائی کرتا ہے۔

اگر اس منزل کا حصول بغیر شیخ (مرشد کامل) کے صرف کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہوتا تو حجتہ الاسلام حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور امام عزّ الدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ جیسے علمائے کرام کو شیخ (مرشد کامل) کی ضرورت پیش نہ آتی حالانکہ وہ مرشدِ کامل کی صحبت اور غلامی میں جانے سے قبل فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے طریقۂ علم کے علاوہ بھی حصولِ علم کا کوئی اور راستہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ لیکن جب دونوں نے طریقت میں داخل ہو کر مرشد کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی حلاوت چکھی تو فرمایا کرتے تھے ''ہم نے تو اپنی عمر کے کثیر ایام بے کاری اور حجاب میں گزار دیئے۔''

شیخ احمد ابوزروق رحمتہ اللہ علیہ

شیخ ابوزروق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم وعمل کا مشائخ عظام سے حاصل کرنا دوسرے لوگوں سے حاصل کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (سورۃ العنکبوت۔49)

ترجمہ: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا۔

◆ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (سورۃ لقمٰن۔15)

ترجمہ: اور پیروی کر واس کی جو میری طرف مائل ہوا۔

ان آیات کریمہ سے مشائخ عظام سے حصولِ فیض کا ثبوت ملتا ہے۔

تو اس راستے پر جسے تو جانتا نہیں بغیر کسی راہبر کے نہ چل ورگرنہ اس کے نشیب وفراز میں گر جائے گا کیونکہ راہبر (مرشد کامل اکمل) ہی سالک کو امن وامان کے ساحل تک پہنچاتا ہے۔

شیخ محمد ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ فرماتے ہیں:

کسی ایسے شیخ کے دستِ اقدس میں ہاتھ دو جو باحیات ہو، عارف باللہ، مخلص اور صادق ہو، علمِ صحیح اور ذوقِ سلیم کا مالک ہو، بلند ہمت اور مقبول حالت والا ہو۔ اس نے منازلِ سلوک کو کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر طے کیا ہو، طریقت کے راستہ کے پیچ وخم جاننے والا ہو تا کہ تجھے اس راستہ میں آنے والی مصیبتوں، پریشانیوں اور ہلاکت سے بچائے، ماسویٰ اللہ سے فرار کی تعلیم دے، تیرے نفس کے عیوب کو ختم کرے اور ان احسانات سے آشنائی کرائے جو تجھ پر اللہ کی طرف سے ہیں۔ جب تجھے اس کا عرفان حاصل ہو جائے تو تُو اس سے محبت کرنے لگے گا اور جب تُو اُس

سے محبت کرنے لگے گا تو اس کے احکام کی بجا آوری میں ہچکچاہٹ نہیں کرے گا اور اس کے (قرب کے) حصول کے لیے مجاہدہ کرے گا، اس طرح وہ تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔

حضرت شیخ ابنِ حجر ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ وفقیہ اور محدث احمد شہاب الدین بن حجر ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں ''سالک کے لیے بہتر ہے کہ قربِ الٰہی کو حاصل کرنے کے لیے ان امور پر کاربند رہے جن کا حکم اس کے شیخِ کامل نے دیا ہے کیونکہ اس کا شیخ ہی طبیبِ اعظم ہے۔ وہ ہر طالب کے لیے اس کی قلبی بیماری اور اس کے مزاج کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے اور اس کو وہی غذا دیتا ہے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو۔''

شیخ ابراہیم باجوری رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ:

- کسی شیخِ کامل کے ہاتھ پر ریاضت کی منازل طے کرنا زیادہ منافع بخش ہے کیونکہ صوفیا کرام کا قول ہے کہ ایک ہزار آدمیوں کے لیے ایک مردِ کامل کا حال ایک آدمی کو ہزار آدمیوں کے وعظ سے بہتر ہے۔
- طالب کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے حضور مؤدب رہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی نگاہِ کامل سے اِس کے دِل کا آئینہ صاف ہو جائے۔

حضرت علامہ شیخ طیبی رحمتہ اللہ علیہ

علامہ شیخ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ عالم اگرچہ اپنے علم میں کتنا ہی معتبر اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار بن جائے تو بھی اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ صرف اپنے علم پر اکتفا کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اہلِ طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہوتا کہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی راہنمائی کریں

یہاں تک کہ وہ اِن لوگوں میں سے ہو جائے جن کے تصفیہءِ باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں الہام فرماتا ہے۔اسے چاہیے کہ وہ دنیاوی آلائش سے چھٹکارا حاصل کرے اوراس کے علم میں جو حرص و ہوا اور نفسِ امارہ کی آلائش شامل ہو چکی ہے اس سے اجتناب کرے تاکہ اپنے دل کو علمِ لدُنّی سے فیضیاب کرنے کے لیے تیار کرے اوراس کے حصول کے لیے کسی ایسے شیخِ کامل کی خدمت میں حاضر ہو جائے جو نفسانی امراض کے خاتمہ اور نفس کو معنوی نجاستوں سے پاک کرنے کا طریقہ جانتا ہو تاکہ وہ اسے نفسِ امارہ کی رعونت اوراس کی خفیہ فریب کاریوں سے نجات دلائے۔اہلِ طریقت کا اجماع ہے کہ انسان پر کسی شیخِ طریقت (مرشدِ کامل اکمل) کی بیعت کرنا واجب ہے جو اسے ان اخلاق وعاداتِ بد کو زائل کرنے کا طریقہ بتائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری سے مانع ہوں۔

حضرت ابنِ عطاء اللہ سکندری رحمتہ اللہ علیہ

شیخ ابنِ عطاء اللہ سکندریؒ فرماتے ہیں:

- جو شخص طریقت اور راہِ سلوک کو اپنانے کا پختہ عزم رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی شیخ (مرشدِ کامل) کی تلاش کرے جو اہلِ تحقیق میں سے ہو اور طریقت کے اسرار و رموز سے واقف ہو اور اسے مولیٰ کی بارگاہ کی حضوری حاصل ہو۔جب اسے ایسا مرشد مل جائے جو ان تمام صفات کا جامع ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے حکم کی اتباع کرے اور جن چیزوں کو وہ ترک کرنے کا حکم دے ان سے رک جائے۔
- تمہارا شیخ وہ نہیں جس سے تم نے کچھ سنا بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جس سے تم نے کچھ حاصل کیا ہو۔تمہارا شیخ وہ نہیں جس کا کلام تم نے سنا بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جس کا ایک اشارہ تم میں سرایت کر جائے۔تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں دروازہ کی طرف بلائے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے تمام حجابات اٹھا دے۔تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں اپنے سے بھی بلند مقام پر فائز کر دے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو

تمہیں حرص وہوا (نفسانی خواہشات) کے قید خانہ سے باہر نکال کر مولیٰ سے ملا دے۔

تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے دِل کے آئینہ کو صیقل (صاف) کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں انوارِ الٰہی اور اس کی تجلّیات کی بارش ہو جاتی ہے۔ اور پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جائے اور اس سفر میں تمہارے ساتھ قدم بقدم رہے حتیٰ کہ بارگاہِ قدسی کے انوار میں داخل کر کے کہے کہ یہ ہے تمہارا پروردِگار۔ اور ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو جس کا حال تمہاری بلندیٔ درجات کا سبب نہ ہو اور جس کا حال اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی نہ کرے۔

حضرت خواجہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہء چشمے بما کنند

ترجمہ: جو لوگ اپنی نظر سے خاک کو کیمیا کر دیتے ہیں کاش اپنی نظر کا ایک گوشہ ہماری طرف بھی کر دیں۔

حضرت مولانا رُوم رحمتہ اللہ علیہ

ہیچ کس از نزد خود چیزے نہ شُد
ہیچ آہن خنجر تیزے نہ شُد
ہیچ حلوائی نہ شُد استادِ کار
تا کہ شاگردے شکر ریزے نہ شُد
مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزے نہ شُد

ترجمہ: کوئی خود سے کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا جب تک وہ کسی لوہار کے ہاتھ نہیں چڑھتا اور حلوائی از خود اپنے کام کا استاد نہیں بن جاتا جب تک وہ کسی حلوائی یا شکر ریز کی شاگردی نہیں کرتا۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں خود بھی مولوی سے مولانا رُوم نہ بن سکا جب تک میں نے شاہ شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کی۔

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

مریدِ مولانا رُومؒ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- صحبت پیرِ رُومؒ سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
  لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف (بالِ جبریل)

- حدیثِ دِل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ
  اللہ کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ (بالِ جبریل)

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

- پیر کامل کی صحبت اور غلامی کے بغیر کوئی شخص صوفی اور عارف باللہ نہیں بن سکتا۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ نے اپنی تعلیمات میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

- توحید، رسالت، عقائد، زہد وتقویٰ، مکاشفات، ذکر اذکار وغیرہ کی درستگی کے لیے شیخِ کامل کا ہونا ضروری ہے اور راہِ سلوک کا ایک سفر بھی شیخ کے بغیر طے کرنا ممکن نہیں۔
- کوئی شخص خواہ کتنا ہی زاہد وعابد کیوں نہ ہو، مرشد کے بغیر وہ شیطان کے پھندوں سے نہیں بچ سکتا، یہ علم سلسلہ وار بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔
- کسی شیخِ کامل سے ذکر کا صحیح طریقہ سیکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ طریقہ سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور اس تعلیم کی ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوتی ہے۔ شیخِ کامل نائبِ رسولؐ ہوتا ہے اور مریدین کو راہِ حق (صراطِ مستقیم) دکھاتا ہے۔ (شمائمِ امدادیہ)

حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ فرماتے ہیں کہ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 35 (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ) میں وسیلہ تلاش کرنے کا جو حکم ہے اس وسیلے سے مراد مرشد کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

حضرت شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ نے فرمایا:

- پیرِ کامل کے بغیر روحانیت میں ترقی ممکن نہیں۔
- پیر کی محبت سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ خود کو مرشد میں محو کر دے تا کہ وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مظہر کو دیکھ سکے۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

ولیٔ کامل (مرشد کامل) کسی بھی انسان کو ایک لمحہ میں واصل باللہ بنا سکتا ہے۔

حضرت ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ پکڑنا کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کے عین مطابق ہے۔ جب تک سالک کے نفس پر تشدد کی ضرورت رہتی ہے تب تک وہ راہِ شریعت پر چلنے والا ہوتا ہے اور جب بخوشی عبادت کرے اور عبادت میں لذت بھی پائے تو یہ طریقت ہے۔ طریقت میں نوبت قال کی بجائے حال پر پہنچ جاتی ہے اور قال اور حال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا صاحبِ قال (عالم) اور صاحبِ حال (مرشدِ کامل) میں فرق ہوتا ہے۔ یہی عاشقوں کی جماعت ہے۔

حضرت عزّ الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ شروع شروع میں اولیا کرام کے منکر تھے۔ جب حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا کلام سنا تو چیخ اُٹھے ''لوگو! سنو یہ وہ کلام ہے جو پہلے نازل نہیں ہوا'' اس کلام سے متاثر ہو کر آپؒ نے حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کی بیعت کی۔ جب آپؒ کی صحبت سے مشرف ہوئے تو فرمایا کہ گروہِ صوفیا دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہے اور اِس کی دلیل اِن کی وہ کرامات ہیں جو اِن کے ہاتھوں صادر ہوتی ہیں۔ آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اِن بزرگوں کو نہیں مانتے اِن کے چہروں پر راندۂ درگاہ ہونے اور غضبِ الٰہی کی علامات پائی جاتی ہیں، اِن کے چہرے بے رونق ہوتے ہیں اور یہ حقیقت اہلِ مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ فرماتے ہیں:

طریقت میں خدا سے دل کا بلاواسطہ تعلق قائم کر دیا جاتا ہے، جس نے یہ نہ سیکھا وہ نکما ہے۔

مدارِ طریقت بیعت پر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

اولیا کرامؒ کا طریق صحابہ کرامؓ کا طریق ہے۔ کوئی کتنا بڑا پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو بزرگوں کی صحبت سے مستثنیٰ نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے دو سال تک حضرت بہلولؒ دانا کی صحبت اختیار کی اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔

آپؒ کا فرمان ہے کہ پیر کا سایہ ذکر سے بہتر ہے۔

حضرت سائیں توکل شاہ رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

بیعت کرنے سے مرید کو دینی اور دنیاوی کاموں میں اللہ کی حفاظت مل جاتی ہے۔ مرید کی ہر چیز کا مالک اس کا پیر ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں پیر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مرید کی جان کنی کے وقت مدد کرے تاکہ اس کے لب پر ذکرِ الٰہی جاری ہو جائے اور شیطان اس کا ایمان سلب نہ کر لے۔ پیر منکر نکیر کے سوال جواب میں آسانی پیدا کرواتا ہے اور پل صراط پر مرید کی مدد کرتا ہے اور بالآخر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت میں داخل کروانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جو مرید دل و جان سے پیر کے عاشق ہوں اِن کا معاملہ تو بیان سے باہر ہے۔ (ذکرِ خیر)

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ

۱۔ ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے، مشکل رہے نہ کائی

۲۔ مرد ملے تے مرض گواوے، اوکُن دے گُن کردا
کامل پیر محمد بخشا لال بناون پتھر دا

۳۔ صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہک ہک سخن شریف انہاں دا کردا محرم رازوں

۴۔ چُبھی مار لیاون موتی وحدت دے دریاؤں
کھریاں گلاں، کھریاں چالاں، دامن پاک ریاؤں

۵۔ خشخش جتنا قدر نہ میرا، میرے صاحب نوں وڈیایاں
میں گلیاں دا رُوڑا کوڑا، محل چڑھایا سایاں

ترجمہ: (۱) راہِ باطن میں پیش آنے والی تمام مشکلات کا حل صرف مرشدِ کامل کے پاس ہے۔ اُس کی نگاہِ الفت جس وقت پڑ جائے تو اس راہ کی تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ (۲) مرشدِ کامل جب مل جائے تو وہ تمام روحانی امراض (لالچ، حسد، تکبر، انانیت، ہوس، بغض، کینہ) کو دور کر کے دل کو پاک وصاف کر دیتا ہے۔ ایسے کامل پیر ہی ہیں جو پتھر کو لعل و جواہر میں بدل دیتے ہیں یعنی نکمے اور دنیادار شخص کو ولی اللہ بنا دیتے ہیں۔ (۳) میرے مرشد کی محفل اور ان کی صحبت نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ اُن کی گفتگو کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک نگاہ مجھے اسرارِ الٰہی سے آگاہ کر رہی ہے۔ (۴) کامل مرد ہر لمحہ وحدت کے دریا میں غرق رہتے ہیں اور وہاں سے ہر لمحہ نئے اسرارِ الٰہی کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ اُن کی گفتگو اور باتیں صاف اور حق پر مبنی ہوتی ہیں اور اُن کا دامن ریاکاری سے پاک ہے۔ (۵) میری حیثیت تو بہت معمولی ہے اور خود کو خشخاش کے دانے سے بھی کم وزن اور کم تر سمجھتا ہوں۔ آج میں جو کچھ ہوں یہ صرف میرے مرشد کا کرم اور فضل ہے۔ میں تو گلیوں میں پڑی گندگی سے بھی بدتر تھا، یہ تو اُن کا کرم ہے کہ مجھ کو پاک صاف کر کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے مرشدِ کریم ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فقرہ دہرایا کرتے تھے کہ مرشد کامل قادری (سروری قادری) ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کامل اکمل وہ ہوتا ہے جو طالب سے ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف نہیں کرواتا بلکہ اسمِ اللّٰہ ذات اور تصورِ اسمِ محمدؐ کی راہ جانتا ہے۔ وہ طالب کو اسمِ اللّٰہ ذات کا دائمی ذکر اور تصور کے لئے اسمِ اللّٰہ اور اسمِ محمدؐ کا سنہری نقش عطا کرتا ہے اور مشق مرقومِ وجودیہ کی راہ دکھا کر اسے راہِ فقر پر گامزن کر دیتا ہے کیونکہ یہ وہ طریق ہے جو سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے اور کتب میں درج نہیں۔ مرشد کامل ذکر، تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ اسمِ اللّٰہ ذات کے ذریعے طالب کے قلب اور وجود کو پاک کر کے اسے ربّ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ جو مرشد یہ نہیں کر سکتا وہ ناقص ہے، اس کی اتباع نہیں کرنی چاہیے۔

مرشد کامل اکمل کے متعلق آپؒ کے فرمان ہیں:

- مرشد کامل کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کون سا دوست افضل اور بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور جس کی گفتار تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث بنے۔''
- جو لوگ مرشد کامل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر قربِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کذاب ہیں۔ ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ طریقت، فقر یا تصوف کی تاریخ میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر خود بخود راہِ سلوک کی منازل طے کرتا ہوا قربِ الٰہی میں پہنچ گیا ہو۔
- میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آج کل مرشد کامل نایاب ہیں اور ہر طرف جعلی، فریبی،

دھوکہ باز مرشد کا روپ دھار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بھائی اگر تم دنیا اور جنت کی طلب میں نکلو گے تو انہی لوگوں کے ہتھے چڑھو گے۔ کوئی طالبِ صادق جو صدق سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواہاں ہو وہ کبھی بھی جعلسازوں کے ہتھے نہیں چڑھتا کیونکہ اس کا نگہبان وہ (اللہ) ہوتا ہے جس کی تلاش میں وہ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے اپنی طلب کو دیکھ اور درست کر پھر مرشد کی تلاش کر تجھے منزل مل جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طلب رکھنے والے، اس کی پہچان اور تلاش میں نکلنے والے ہی نہیں رہے تو مرشد کامل اکمل نے بھی ان دنیاداروں سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ میں پھر کہتا ہوں صادق دل اور خلوصِ نیت اور دل سے تعصب کی عینک اتار کر تلاش کر تجھے اپنی منزل مل جائے گی۔ ابوجہل اور ابولہب قریب ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچان نہ سکے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے طلبِ صادق کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے بھی پہچان لیا۔

- طالب کو چاہیے کہ مشاہدۂ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لئے ذکر، تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات یا تصورِ اسمِ محمد ﷺ (جیسا مرشد حکم دے) جاری رکھے اور مرشد کی مجلس میں حاضری کی کثرت رکھے کیونکہ مرشد کی صحبت اور مجلس ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جس میں زنگ آلود قلوب کو پاک اور صاف کر کے ان میں نورِ ایمان داخل کیا جاتا ہے۔ مرشد کی ایک نگاہ وہ کام کرتی ہے جو ذکر و تصور چھ ماہ میں بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صحبت پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں۔'' طالب کو چاہیے کہ اگر مرشد کی بارگاہ میں روزانہ حاضر نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو مہینہ میں ایک بار ضرور مرشد کی مجلس میں صدق اور یقین کے ساتھ حاضر ہو کیونکہ مرشد کی محفل اور مجلس میں حاضری کے بغیر اسمِ اللہ ذات بھی دل میں قرار نہیں پکڑتا۔
- مرشد کامل سروری قادری ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے بس طالب کا صادق ہونا ضروری ہے۔
- ابتدا میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور طالب کے دل میں مرشد کی محبت پیدا کرتا ہے۔

غور وفکر کی بات یہ ہے کہ طالب تصور تو اسمِ اللہ ذات کا کر رہا ہے اور دل میں محبت مرشد کی پیدا ہو رہی ہے جبکہ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مرشد سے یہ محبت طالب کو بار بار اس کی محفل میں لے جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق بن جاتی ہے پھر یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک کی طرف منتقل ہوتا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب اپنی منزل کو پالیتا ہے۔

✤ مرشد کامل کی نگاہ باطن کے تمام امراض لالچ، حسد، تکبر، کینہ، انانیت، ہوس، بغض، حبِ دنیا اور حبِ عقبیٰ کو ختم کر دیتی ہے۔

✤ مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر کی گئی عبادات سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن مشاہدۂ حق تعالیٰ، حضورِ قلب، اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قربِ الٰہی مرشد کامل اکمل کی راہبری کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔

✤ مرشد کامل فقر کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے اور سالوں کا فاصلہ دنوں میں طے کرا دیتا ہے۔ جو مرشد کامل کے بغیر اس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور تمام عمر بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث شریف ہے ''جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ (مرشد) شیطان ہوتا ہے۔''

✤ مرشد کے بغیر راہِ فقر پر سفر تو بہت دور کی بات اس کے بغیر تو اس راہ پر سفر کی ابتدا بھی نہیں ہو سکتی۔

✤ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ظاہر ہونے والے اسرار اور انوار و تجلیات کو اگر طالب نہ سمجھ سکے اور کشمکش میں مبتلا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ طالب کو تصورِ اسمِ محمدؐ عطا کرے کیونکہ اسمِ محمدؐ صراطِ مستقیم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔''

صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر وصالِ حق تعالیٰ کا تصور ناممکنات میں سے ہے۔ مرشد کامل وہ چراغ ہے جس کی روشنی میں طالبِ مولیٰ دنیا و عقبیٰ کے ظلمات میں ہچکولے کھاتی اور ڈگمگاتی اپنی کشتیٔ حیات کو بحفاظت منزلِ مقصود تک لے جانے

کے قابل ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی راہنمائی نہ ملنے کی صورت میں ''فنافی اللہ بقاباللہ'' کی منزل تک رسائی فقط خیال آرائی اور محض تصور بن کے رہ جاتی ہے۔

فقر و تصوف کی چودہ سو سالہ تاریخ ایک بھی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کوئی ولی کامل یا طالبِ مولیٰ بغیر مرشد کامل اکمل کی رہنمائی و اطاعت کے معرفتِ الٰہی اور قرب و وصالِ الٰہی تک پہنچا ہو۔ مسلمانوں کے ظاہری زوال کے بعد اسلام کو روحانی طور پر کمزور کرنے کے لیے اس کی روحانی اقدار پر بڑے منظّم انداز میں فکری و علمی حملے ہوئے جس کے نتیجے میں دورِ حاضر میں مسلمانوں کی اکثریت راہِ معرفتِ الٰہی کی اساس ''مرشد کامل اکمل'' کی اہمیت و ضرورت کی مخالفت کرتی نظر آتی ہے۔ کتاب ''مرشد کامل اکمل'' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سروری قادری کے موجودہ شیخِ کامل **سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس** کی تصنیفِ مبارکہ ہے جس میں آپ مدظلہ الاقدس نے مرشد کامل اکمل کی ضرورت و اہمیت کو قرآن و حدیث، امامینِ شریعت، محدثین اور اولیاءِ کاملین کی تعلیمات کی روشنی میں جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں وسیلہ اور بیعت کی شرعی حیثیت، مرشد کامل اکمل کا اندازِ تربیت، تلاشِ مرشد، مرشد کامل اکمل سے حاصل ہونے والے مطالب اور مرشد ناقص کی حیلہ سازیوں، مکاریوں اور دھوکہ دہی کی مختلف صورتوں کو بھی واضح انداز میں بیان کر دیا ہے کہ مرشد کامل اکمل کے متلاشیوں کے لیے انتخابِ مرشد سہل اور آسان ہو گیا ہے۔

سُلطان الفقر ہاؤس
4-5/A - ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766

- www.sultan-ul-ashiqeen.com
- www.sultan-ul-ashiqeen.pk
- www.tehreekdawatefaqr.com
- www.sultan-ul-faqr-publications.com
- Email: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-2220-18-7
9 789692 220187
Rs: 400.00

مرشد کامل اکمل

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس